بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سخن آفرین اشتہای جدید کہ قصہ بے نظیر ہیچو بدر منیر مقبول صغیر و کبیر مطبوع اہل سخن یعنی

مثنوی میر حسن

۱۳۳۳

۱۹۱۵

باہتمام کمترین سید ابو الحسنات قطب الدین احمد پروپرائٹر بار چہارم ماہ مئی سنہ ۱۹۱۵ء

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مطبوع

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی الکـ

سخن آفرین اشنای بعید کہ قصۂ بینظیر ہیجو بدر منیر مقبول صغیر و کبـ

مثنوی

باہتمام کمترین بعید ابو الحسنات قطـ

مطبع نادر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان رقم
ین
ٹھا

جھکا جسکے سجدے کو اول قلم
کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہین
ہوا حرف زن یون کہ رب العلا
تری ذات ہی وحدہ لاشریک
کہ ہی ذات تیری غفور الرحیم
تجھے سجدہ کرنا چلون سر کے بل
قلم جو لکھے اُس سے افزود ہی
مرا دل وجان اُسپہ قربان ہی
وہ ابر کرم سے ہوا دار خلق
وے پرورش سب کی منظور ہے
جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان
پر اُس بن تو کوئی کسی کا نہین

وہ ... نہیں اُس سے رفت وگذشت — اُسی کی طرف سب کی ہے بازگشت

...ن اور کس کی بابت رہی — ہوئے اور جیتے وہی ہے وہی

سب میں اور سب سے ہے آشکار — یہ سب اُسکے عالم ہیں ہژدہ ہزار

ہے سب ہیں اُس سے وہ ہے سب سے بیش — ہمیشہ سے ہے اور رہے گا ہمیش

...ن میں ہے وحدت کے یکتا وہ گُل — کہ مشتاق ہیں جسکے یان جزو وکل

اُسی سے ہے کعبہ اُسی سے کنشت — اُسی کا ہے دوزخ اُسی کا بہشت

جسے چاہے جنت میں دیوے مقام — جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام

وہی مالک الملک دنیا و دین — ہے قبضے میں اُسکے زمان و زمین

اسی لیے نمودون کی اُس سے نمود — دل بستگان کا ہے اُس سے کشود

... کی نظر سے ہے ہم سب کی دید — اُسی کے سخن پر ہے گفت و شنید

وہ نور ہے سب طرف جلوہ گر — اُسی کے یہ ذرّے ہیں شمس و قمر

... اُس سے خالی غرض کوئی شی — وہ کچھ شی نہیں پر ہر اک شی مین ہی

نہ گو...ن ہی وہ نہ ہے سنگ مین — ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ مین

وہ ظا...ن ہرچند ظاہر نہیں — بہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہیں

تامل ... کیجے اگر غور کچھ — تو سب کچھ وہی ہے نہیں اور کچھ

اُسی گُل کی ... سے خوشبو گلاب — بھرے ہے لیے ساغر ... حباب

پر اُس ... آکے بہنا نہیں — سمجھنے کی ہے بات کہنا نہیں

قلم گو زبان لاوے اپنی ہزار — لکھے کس طرح حمد پروردگار

کہ عاجز ہے یان انبیا کی زبان — زبانِ قلم کو یہ قدرت کہان

اِس عہدے سے کوئی بھی نکلا نہین — سوا عجز در پیش یان کچھ نہین

وہ معبود یکتا خداے جہان — کہ جس نے کیا کُن مین کون و مکان

دیا عقل و ادراک اُسنے ہمین — کیا خاک سے پاک اُسنے ہمین

پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے — وصی اور امام اُسنے پیدا کیے

جہان کو اُنھون نے دیا انتظام — بُرائی بھلائی سوجھائی تمام

دکھائی اُنھون نے ہمین راہ راست — کہ تا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست

سو وہ کون سی راہ شرعِ نبی — کہ رستے کو جنت کے سیدھی گئی

نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کون یعنی رسولِ کریم — نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم

ہوا گو کہ ظاہر مین اُمّی لقب — پہ علمِ لدنی کھلا دل پہ سب

بغیر از لکھے اور کیے بے رقم — چلے حکم پر اُسکے لوح و قلم

ہوا علمِ دین اُس کا جو آشکار — گذشتہ ہوے حکم تقویم پار

اُٹھا کفر اسلام ظاہر کیا — بتون کو خدائی سے باہر کیا

کیا حق نے نبیون کا سردار اُسے — بنایا نبوت کا حقدار اُسے

نبوت جو کی حق نے اُس پر تمام — لکھا اشرف الناس خیر الانام

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے — خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

کرون اُسکے رتبے کا کیا مین بیان — کھڑے ہون جہان باندھ صف مرسلان

مسیح اُسکے درگاہ کا پارہ دوز — تجلی طور اُس کی مشعل فروز

خلیل اُسکے گلزار کا باغبان — سلیمانؑ سے لاکھون مہردار اُسکے وان

خضرؑ اُس کی سرکار کا آبدار — زرہ ساز داؤدؑ سے وان ہزار

محمدؐ کے مانند جگ مین نہین — ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہین

یہ تھی رمز جو اُسکے سایا نہ تھا — کہ رنگِ دوئی وان تک آیا نہ تھا

نہ ہونے کا سایہ کے یہ تھا سبب — ہوا صرف پوشش مین کعبے کی سب

وہ قد اِس لیے تھا نہ سایہ فگن — کہ تھا کُل وہ اک معجزے کا بدن

بنا سایہ اُسکا لطیف اسقدر — نہ آیا لطافت کے باعث نظر

عجب کیا جو اُس گُل کے سایہ نہو — کہ تھا وہ گُلِ قدرتِ حق کی بو

نوشش آیا نہ سایہ وہ ہونا جدا — اُسی نورِ حق سے رہا زیر پا

نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی چھاؤن — کسی کا نہ منھ دیکھا دیکھ اُسکے پاؤن

وہ ہوتا زمین گیر کیا فرش پر — قدم اُسکے سایے کا تھا عرش پر

نہ ہونے کی سایہ کے اِک وجہ اور — مجھے خوب سوجھی ہے یہ شرط غور

جہان تک کہ تھے یان کے اہلِ نظر — سمجھ مایۂ نور کحل البصر

سبھون نے لیا پتلیون پر اُٹھا — زمین پر نہ سایے کو گرنے دیا

سیاہی کی پتلی کا ہے یہ سبب | وہی سایہ پھرتا ہے اور ہین اب
وگرنہ یہ تھی چشم اپنی کہان | اُسی سے یہ روشن ہے سارا جہان
نظر سے جو غائب وہ سایہ رہا | ملائک کے دل مین سمایا رہا

تعریف اصحاب پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین

سلام اُن پہ جو اُنکے اصحاب ہین | وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہین
خدا نے اُنھون کو کہا مومنین | وہ ہین زینت آسمان و زمین
خدا اُنسے راضی رسولؐ اُنسے خوش | علیؑ اُنسے راضی نبیؐ اُنسے خوش
ہوئی فرض اُنکی ہمین دوستی | کہ ہین دل سے وہ جان نثار نبیؐ

منقبت امیر المومنین حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام

نہین ہمسر اُسکا کوئی جز علیؑ | کہ بھائی کا ہے اور وصی کا وصی
ہوئی جو نبوت نبیؐ پر تمام | ہوئی نعمت اُسکے وصی پر تمام
جہان فیض سے اُنکے ہے کامیاب | نبیؐ آفتاب و علیؑ ماہتاب
علیؑ دین و دنیا کا سردار ہے | کہ مختار اُسکے گھر کا مختار ہے
دیدِ امامت کے گلشن کا گُل | بہارِ ولایت کا باغ سُنبل
علیؑ رازدارِ خدا و نبیؐ | خبردار سرِّ خفی و جلی
علیؑ بندۂ خاص درگاہِ حق | علیؑ سالک و رہبر و راہِ حق
علیؑ ولی ابن عمِ رسولؐ | لقب شاہ مردان و زوجِ بتولؑ

کہے یون جو چاہے کوئی بیر سے
نسبت علیؑ کو نہین غیر سے

خدا نفس پیغمبرش خواندہ است
[illegible] افضیلت بکس ماندہ است

یہان بات کی اب سمائی نہین
نبیؐ اور علیؑ مین جدائی نہین

نبیؐ و علیؑ ہر دو نسبت بہم
دو تا ہو کے یکی چو زبانِ قلم

علیؑ کا عدو دوزخی دو زخی
علیؑ کا محب جنتی جنتی

نبیؐ و علیؑ فاطمہؑ [illegible]سن
حسینؑ ابن حیدر یہ ہین پنجتن

ہوئی اُنپہ دو جگ [illegible]بی تمام
اُنھون پر درود اور اُنھون پر سلام

علیؑ سے لگا تا [illegible]ہدیِ دین
یہ ہین ایک نورِ خدا بے یقین

اُنھون [illegible]م امامت کا گھر
کہ بارہ ستون ہین یہ اثنا عشر

صغیرہ [illegible]ہ سے یہ پاک ہین
حسابِ عمل سے یہ بیباک ہین

ہوا [illegible] سے ظاہر کمالِ رسول
کہ بہتر ہوئی سب سے آلِ رسول

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

الٰہی [illegible]ن رسولِ امین
بحقِ علیؑ و باصحابِ دین

بحق [illegible]دل و بہ آلِ رسول
کرون عرض جو مین سو ہووے [illegible]

الٰہی [illegible]ن بندہ گنہگار ہون
گناہون مین اپنے گرفتار [illegible]

مجھے [illegible]شیو میرے پروردگار
کہ تو ہے کریم ا[illegible]ار

مری [illegible]ہی یہ کہ جب تک جیون
شرابِ محبت ک[illegible]ا پیون

سوا تیری اُلفت کے اور سب [illegible]
یہی ہو نہ ہو اور کچھ اچ پیچ

جو غم ہو تو ہو آلِ احمدؐ کا غم
سوا اس الم کے نہ ہو کچھ الم

رہے سب طرف سے مرے دل کو چین
بحقِ حسنؑ اور بحقِ حسینؑ

کسی سے نہ کرنی پڑے التجا
[illegible] کر خود بخود میری حاجت روا

صحیح اور سالم سدا مجھ کو رکھ
[illegible] سے ہمیشہ خدا مجھ کو رکھ

مری آل و اولاد کو شاد رکھ
مرے [illegible]وستون کو تو آباد رکھ

مین کھاتا ہون جنکا نمک اے کریم
سدا رحم کر [illegible]ن پہ تو اے رحیم

جیون آبرو اور حُرمت کے ساتھ
رہون مین عزی[illegible] مین عزت کے ساتھ

بر آوین مرے دین و دنیا کے کام
بحقِ محمدؐ [illegible] السلام

تعریف سخن

پلا مجھ کو ساقی شرابِ سخن
کہ مفتوح ہو جس سے [illegible] سخن

سخن ہی کی مجھے فکر دن رات ہے
سخن ہی تو ہے اور کیا [illegible]ت ہے

سخن کے طلبگار رہین عقلمند
سخن سے ہی نام انکو [illegible] بلند

سخن کی کرین قدر مردانِ کار
سخن نام ان کا رکھے [illegible] قرار

سخن سے وہی شخص رکھتا ہے کام
جسے چاہیے ساتھ نیکی کے نام

سخن سے سلف کی بھلائی رہے
زبانِ قلم سے بڑائی رہے

کہاں رستم و گیو و افراسیاب
سخن سے رہے یاد یہ [illegible]اب

سخن کا صلہ یار دیتے رہے / جواہر سدا مول لیتے رہے

سخن کا سدا گرم بازار ہے / سخن سنج اسکا خریدار ہے

رہے جب تلک داستان سخن / الٰہی رہین قدردان سخن

مدح شاہ عالم بادشاہ کی

خدیو فلک شاہ عالی گہر / زمین بوس ہون جسکے شمس و قمر

جہان اسکے پرتو سے ہی کامیاب / وہ ہے برج اقلیم مین آفتاب

اسی مہر سے ہے منور یہ ماہ / جہان ہو وے اور ہو جہاندار شاہ

وہ مہر منور یہ ماہ منیر / اور اسکا یہ نجم سعادت وزیر

مدح وزیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر کی

فلک رتبہ نواب عالی جناب / کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب

وزیر جہان حاکم عدل و داد / ہے آبادی ملک جسکی مراد

جہان عدل سے اسکے آباد ہے / غریبون فقیرون کا دل شاد ہے

پھرے بھاگتا مور سے فیل مست / زبردست ظالم پہ ہر زیردست

کمان پر کرے مہر اگر یک نظر / تو آدھا ادھر ہو اور آدھا ادھر

کسی کا اگر مفت لے زلف دل / تو کھا پاکے پیچ وہ منفعل

وہ انصاف سے گو کہ ڈرتا نہین / کسی پر کوئی شخص تا ہے نہین

نہ ہو باطل کوئی کہین کچھ گفتگو / اگر اسکا چیتا نہ ہووے یکجہو

گر آواز سُن صید کی کچھ کہے
تو باز آئے چنچ کہ بہری رہے

پھرے شمع کے گرد گر آکے چور
صبا کھینچ لیجا وے اُسکو بزور

نہ لے جب تلک شمع پروانگی
پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی

اگر آپ سے اُس پہ وہ آگرے
تو فانوس مین شمع چھپتی پھرے

گرا جیا نا اُسکے جلین بال و پر
تو گلگیر لے شمع کا کاٹ سر

اُسے عدل کی جو طرح یاد ہے
کسے یاد ہے یہ خدا داد ہے

ستم اُسکے ہاتھون سے رو یا کرے
سدا فتنۂ دہر سو یا کرے

گھرون مین فراغت سے سوتے ہین سب
پڑے گھر مین چور اپنے روتے ہین سب

وہ ہے باعثِ امن خُرد و کلان
کہ ہے نام سے اُسکے مشتق امان

بیان سخاوت کا

بیانِ سخاوت کرون جو رقم
تو زر ریز کاغذ پہ ہو وے قلم

نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر
دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر

سخاوت یہ ادنی سی اک اُسکی ہی
اکہ اکدن دو شالے دیے سات سی

سوا اسکے ہے اور یہ داستان
کہ ہو جسپہ قربان حاتم کی جان

ہوئی کم جو اک بار کچھ برشکال
گرانی سی ہونے لگی ایک سال

غریبون کا دم سا نکلنے لگا
توکّل کا بھی پانوٗن چلنے لگا

وزیر الممالک نے تدبیر کر
خدا کی دیا راہ مین مال و زر

محلہ محلہ دیا حکم یہ — کہ ناڑے سے اس غم کی کھولین گرہ
یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب سے جیے — کئی لاکھ لاکھ ایک دن مین دیئے
یہ لغزش پڑی ملک مین جو تمام — لیا ہاتھ نے اُسکے گرتون کو تھام
یہ بندہ نوازی یہ جان پروری — یہ آئینِ سرداری و سروری
ہوئی ذات پر اُس سخی کی تمام — تکلف ہی آگے سخاوت کا نام
فقیرون کی ہے یان تلک تو بنی — کہ ایک ایک یان ہو گیا ہی غنی
یہ گیا دخل آواز دے جو گدا — چٹک کی کلی کی نہ ہووے صدا
قدح لیکے نرگس جو ہووے کھڑی — تو خجلت سے جاوے زمین مین گڑی
نہ ہو اُسکا شامل جو ابر کرم — اثر ابر نیسان سے ہووے عدم
ہر اک کام اُسکا جہان کی مراد — فلاطون طبیعت ارسطو نژاد
جب ایسا وہ پیدا ہوا ہی بشر — تب اُسکو دیا ہی یہ کچھ مال و زر

بیان شجاعت کا

لکھون گر شجاعت کا اُس کی بیان — قلم ہو مرا رستمِ داستان
غضب سے وہ ہاتھ اپنا جس پر اُٹھائے — اجل کا طمانچہ قسم اُس کی کھائے
کرے جس جگہ زور اُسکا نمود — دلِ آہن اُس جا پہ ہووے کبود
چلے تیغ گر اُسکی روزِ مصاف — نظر آئے دشمن سے میدان صاف
اگر بے حیائی سے کوئی عدو — ملا دیوے اُس تیغ سے منھ کبھو

تو ایسی ہی کھا کر گرے سر کے بل — کہ مر پر گھڑی اُسکے روئے اجل

نہ کیونکر ہو وہ تیغ برقِ غضب — کہ ترشی کے کُشتہ بد جوہر ہیں سب

ہوئی ہم قسم اُس کی تیغ اجل — نکل آئے پھر گر پڑے وہ اُگل

لگاوے اگر کوہ پر ایک وار — گذر جاوے یوں جیسے صابن میں تار

غضب سے غضب اُسکے کانپا کرے — تہور سے ہیبت بھی اُسکے ڈرے

اور اس زور پر ہے یہ حلم و حیا — کہ ہے خُلق کا جیسے دریا بہا

جہاں تک کہ ہیں علم کسب و کمال — ہر اک فن میں ماہر ہے وہ خوش خصال

سخندان سخن سنج شیریں زبان — وزیرِ جہان و وحیدِ زمان

سخن کی نہیں اُس سے پوشیدہ بات — خواص ہیں سب اہل اُنکی نکات

سلیقہ ہر اک فن میں ہر بات میں — شگفتگی باتیں ذرات میں

سدا سیر پر اور تماشے پہ دل — کشادہ دلی اور خوشی متصل

سدا اسکو رہتی ہے ہوائے شکار — تہور شعار دلوں کا ہے یہ شعار

دلیروں کو ہے بس دلیروں سے کام — کہ رہتا ہے شیروں کو شیروں سے کام

جوانان ماہر بہت مشقِ شکار — کہ آپہنچے صید دلہا بکار

کھلے بند ہیں جتنے صحرا میں صید — ہیں نواب کے دام اُلفت میں قید

ہرن شہر دل آہوان سوختہ — بغیر اک او چشمہا دوختہ

تماشا عنایت کا یہ کام ہو — ادھر ہاتھ میں ہے کہ یا دام ہے

نہ ہوتا اگر اُسکو عزمِ شکار ۔ درندون سے بچتا نہ شہر و دیار

نہ بچتے جہان بیچ خرد و بزرگ ۔ یہ ہو جاتے سب لقمۂ شیر و گرگ

یہ انسان پر اُسکا احسان ہی ۔ کہ بے خوف انسان کی جان ہی

بنائی جہان اُس نے نخچیر گاہ ۔ رہے صید وان آکے شام و پگاہ

لگا صید بحری پہ جس دم خیال ۔ لیا پشت پر اپنے ماہی نے جال

گرا اپنا دیتے ہین جی جان کر ۔ کہ ٹاپو پہ گرتے ہین آن آن کر

مگر مچھ نکلتے ہین دریا مین سوس ۔ خوشی سے اُچھلتے ہین دریا مین سوس

پرندون کا دل اُس طرف ہی لگا ۔ پرندون کو رہتی ہے اُسکی ہوا

پلنگون کا ہے بلکہ چیتا یہی ۔ کمر آ بندھا دے ہماری کوئی

جو اُسکی سُن کر نہ گینڈا اُچلے ۔ کہ ہاتھی بھی ہو مست اینڈا چلے

جو کچھ دل مین گینڈے کے آوے خیال ۔ تو بھاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال

کھڑے ارنے ہوتے ہین سر جوڑ جوڑ ۔ کہ جی کون دیتا ہے بدبد کے ہوڑ

اطاعت کے حلقے سے بھاگے جو فیل ۔ پلک اُسکی آنکھون مین ہو رو دنیل

سو وہ تو اطاعت مین یکدست ہین ۔ نشہ مین محبت کے سب مست ہین

اُسی کے لیے گو کہ ہین وہ پہاڑ ۔ قدم اپنے رکھتے ہین سب گاڑ گاڑ

کہ شاید مشرف سواری سے ہون ۔ سرافراز چل کر شکاری سے ہون

غرض جب یہ کچھ ہو وین حیوان کے ۔ تو پھر حق بجانب ہی انسان کے

کسے ہو نہ صحبت کی اُسکی ہوس ولے کیا کرین جو نہ ہو دسترس

عجز و انکسار مصنف اور عرض کرنا داستان کا

خداک بارگاہا ملک درگہا جدا مین جو قدمون سے تیرے رہا
نہ کچھ عقل نے اور نہ تدبیر نے رکھا مجھ کو محروم تقدیر نے
پر اب عقل نے میرے کھولے ہین گوش دیا ہی مدد سے تری مجھ کو ہوش
سو مین اک کہانی بنا کر نئی دُرِ فکر سے گوندھ لڑیان کئی
لے آیا ہون خدمت مین بہرِ نیاز یہ امید ہے پھر کہ ہون سرفراز
مرا عذر تقصیر ہو وے قبول بہ حق علیؑ و بہ آل رسولؐ
رہین شاد و آباد کل خیر خواہ پھرین اس گھرانے کے دشمن تباہ
رہے جاہ و حشمت ترا یہ مدام بہ حقِ محمد علیہ السلام
اب آگے کہانی کی ہے داستان ذرا سنیئے دل دیکے اسکا بیان

آغاز داستان

کسی شہر مین تھا کوئی بادشاہ کہ تھا وہ شہنشاہِ گیتی پناہ
بہت حشمت و جاہ و مال و منال بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
کئی بادشاہ اُسکو دیتے تھے باج خطا و ختن سے وہ لیتا خراج
کوئی دیکھتا آکے جب اُسکی فوج تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج
طویلے کے اُسکے جو ادنی تھے خر اُنھین نعلبندی مین ملتا تھا زر

جہانتک کہ سرکش تھے اطراف کے — وہ اُس شہ کے رہتے تھے قدمون لگے
رعیت تھی آسودہ و بے خطر — نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر
عجب شہر تھا اُسکا ہینوسواد — کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد
لگے تھے ہر اک جا پہ وان سنگ وخشت — ہر اک کوچہ اُسکا تھا رشکِ بہشت
زمین سبز و سیراب عالم تمام — نظر کو طراوت وہان صبح وشام
عمارت تھی گچ کی وہان بیشتر — کہ گذرے صفائی سے جسپر نظر
کہین چاہ و منبع کہین حوض و نہر — ہر اک جا پہ آبِ لطافت کی لہر
کرون اُسکی وسعت کا کیا مین بیان — کہ جون اصفہان تھا وہ نصفِ جہان
ہنرمند وان اہل حرفہ تمام — ہر اک نوع خلقت کا تھا ازدحام
یہ دلچسپ بازار تھا چوک کا — کہ ٹھہرے جہان بس وہین دل لگا
جہانتک کہ رستے تھے بازار کے — کہے تو کہ دستے تھے گلزار کے
وہ پختہ دکانون کے دیوار و در — سفیدی پہ جس کی نہ ٹھہرے نظر
صفا پر جو اُس کی نظر کر گئے — اُسے دیکھ کر سنگ مرمر گئے
کہون قلعہ کی اِسکے کیا مین شکوہ — لگے دب بلندی کو دیکھ اُسکی کوہ
وہ دولت سرا خانۂ نور تھا — سدا عیش و عشرت سے معمور تھا
ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ — نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ — نہ تھا زیست سے اپنی کوئی تنگ

غنی واں ہوا جو کہ آیا تباہ | عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ

نہ دیکھا کسی نے کوئی واں فقیر | ہوئے اسکی دولت سے گھر گھر امیر

کہاں تک کہوں اسکا جاہ و حشم | محل و مکاں اسکا رشکِ ارم

سدا ماہرویوں سے صحبت اسے | سدا جامہ زیبوں سے رغبت اسے

ہزاروں پری پیکر اسکے غلام | کمر بستہ خدمت میں حاضر مدام

کسی طرح کا وہ نہ رکھتا تھا غم | مگر ایک اولاد کا تھا الم

اسی بات کا اسکے تھا دل پہ داغ | نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ

دنوں کا عجب اسکے یہ پھیر تھا | کہ اس روشنی پر یہ اندھیر تھا

وزیروں کو اک روز اسنے بلا | جو کچھ دل کا احوال تھا سو کہا

کہ میں کیا کرونگا یہ مال و منال | فقیری کا ہے میرے دل میں خیال

فقیر اب نہ ہوں تو کروں کیا علاج | نہ پیدا ہوا وارثِ تخت و تاج

جوانی تو میری گئی سب بسر | نمودار پیری ہوئی سر بسر

دریغا کہ عہدِ جوانی گذشت | جوانی مگو زندگانی گذشت

بہت ملک پر حکمرانی کیا | بہت فکرِ دنیا میں سویا کیا

رہے سب بے تمیزی و بے حاصلی | کہ از فکر دنیا و دیں غافلی

وزیروں نے کی عرض کہ اے آفتاب | نہ ہو ذرہ تجھ کو کبھی اضطراب

فقیری جو کیجے تو دنیا کے ساتھ | نہیں خوب جانا ادھر خالی ہاتھ

کرو سلطنت لیکن اعمال نیک / کرتا دو جہان مین رہے حال نیک
جو عاقل ہین وہ سوچ [illegible] ٹک رہین / کہ ایسا نہ ہووے کہ پھر سب کہین
تو کارِ زمین را نکو ساختی / کہ بر آسمان نیز پرداختی
یہ دنیا جو ہے مزرعہ آخرت / فقیری مین ضائع کرو اسکو مت
عبادت سے اِس کشت کو آب دو / کہ وان جاکے خرمن بھی تیار لو
رکھو یاد عدل وسخاوت کی بات / کہ اِس فیض سے ہی تمھاری نجات
مگر ہان یہ اولاد کا ہے جو غم / سو اسکا تردد بھی کرتے ہین ہم
عجب کیا کہ ہووے تمھارے خلف / اگر تم نہ اوقات اپنی تلف
نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو / کہ قرآن مین آیا ہے لا تقنطو
بلاتے ہین ہم اہل تنجیم کو / نصیبون کو اپنے ذرا دیکھ لو
تسلی تو دی شاہ کو اس نمط / دلے اہل تنجیم کو بھیجے خط
نجومی و رمال اور برہمن / غرض یاد تھا جنکو اس ڈھب کا فن
بلا کر انھین شہ کنے لے گئے / جو ہین [illegible] شہ کے وہ سب گئے
پڑا جب نظر وہ شہ تاج و تخت / دعا دی کہ ہو شہ کے بیدار بخت
کیا قاعدے سے ٹھہر کر سلام / کہا شہ نے ہین تم سے رکھتا ہون کام
نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب / مرا ہی سوال اسکا لکھو جواب
نصیبون مین دیکھو تو میرے کہین / کسی سے بھی اولاد ہی یا نہین

یہ سن کر وہ رمال طالع شناس
لگے کھینچنے زائچے بے قیاس

دھرے تختے آگے لیا قرعہ ہاتھ
لگا دھیان اولاد کا اسکے ساتھ

جو پھیکین تو شکلین کئی بیٹھین مل
لگی شکل سے دل گیا انکا کھل

جماعت سے نے رمال کی عرض کی
کہ ہے گھر مین امید کی کچھ خوشی

یہ سن ہم سے ای عالمون کے شفیق
بہت ہم نے تکرار کی ہر طریق

بیاض اپنی دیکھی جو اس رمل کی
تو اک ایک نقطہ ہے فرد خوشی

ہی اس بات پر اجتماع تمام
کہ طالع مین فرزند ہی تیرے نام

زن و زوج کی شکل مین ہی فرح
پیا کرے وصل کا تو قدح

نجومی بھی کہنے لگے در جواب
کہ ہم نے بھی دیکھی ہی اپنی کتاب

نحوست کے دن سب گئے ہین نکل
عمل اپنا سب کر چکا ہے زحل

ستارون نے طالع کے بدلے ہین طور
خوشی کا کوئی دن مین آتا ہی دور

نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر
تو دیکھا کہ ہی نیک سب کی نظر

کہا پنڈتون نے جو اپنا بچار
تو کچھ انگلیون پر کیا پھر شمار

جنم پتر شاہ کا دیکھ کر
تُلا اور برچھیک پر کر نظر

کہا رام جی کی ہے تجھ پر دیا
چھندر مان سا بالک ترے ہووےگا

نکلتے ہین اب تو خوشی کے بچن
نہ ہو گر خوشی تو نہین برہمن

مہاراج کے ہونگے مقصد شتاب
کہ آیا ہی اب پانچوان آفتاب

نصیبون نے کی آپ کے یاوری ‏ ‏ کہ آئی ہے اب پانچوین مشتری
مقرر ترے چاہیے ہو پسر ‏ ‏ کہ دیتی ہے یون اپنی پوتھی خبر
و لیکن مقدر ہے کچھ اور بھی ‏ ‏ کہ ہین اس بھلے مین بُرے طور بھی
یہ لڑکا تو ہوگا و لے کیا کہین ‏ ‏ خطر ہے اسے بارھوین برس مین
نہ آئے یہ خورشید بالائے بام ‏ ‏ بلندی سے خطرہ ہے اسکو تمام
نہ نکلے یہ بارہ برس رشک مہ ‏ ‏ رہے برج مین یہ مہ چاردہ
کہا سُن کے یہ شہ نے اُن نکتیئن ‏ ‏ کہو جی کا خطرہ تو اُس کو نہین
کہا جان کی سب طرح خیر ہے ‏ ‏ مگر دشت غربت کی کچھ سیر ہے
کوئی اُس پہ عاشق ہو جنّ و پری ‏ ‏ کوئی اُسکی معشوق ہو استری
کچھ ایسا نکلتا ہی پوتھی مین اب ‏ ‏ خرابی ہو اُسپر کسی کے سبب
ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم ‏ ‏ کہ دنیا مین توام ہے شادی و غم
کہا شہ نے اسپر نہین اختیار ‏ ‏ جو چاہے کرے میرا پروردگار
یہ فرما محل مین در آمد ہوے ‏ ‏ منجم وہان سے برآمد ہوے
خدا پر زبس اُسکو تھا اعتقاد ‏ ‏ لگا مانگنے اپنے حق سے مراد
خدا سے لگا کرنے ... ‏ ‏ لگا آپ مسجد مین رکھنے دیا
نکالا مرادون کا آ... ‏ ‏ لگائی اُدھر لو تو پایا چراغ
... کرم نے کیے ... تم ‏ ‏ ہوئی کشت امید کی بارور

اسی سال مین یہ تماشا سنو
رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو

جو کچھ دل پہ گذرے تھے رنج و تعب
مبدل ہوئے وہ خوشی ساتھ سب

داستان تولد ہونے شاہزادہ بینظیر کی

خوشی سے پلا مجھ کو ساقی شراب
کوئی دن مین بجتا ہی چنگ و رباب

کرون نغمۂ تہنیت کو شروع
کہ اک نیک اختر کرے ہی طلوع

گئے نو مہینے جب اسپر گذر
ہوا گھر مین شہ کے تولد پسر

عجب صاحب حسن پیدا ہوا
جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا

نظر کو نہ ہو حسن پر اسکے تاب
اسے دیکھ بیتاب ہو آفتاب

ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر
رکھا نام اسکا شہ بینظیر

خواصون نے خواجہ سراؤن نے جا
کئی نذرین گذرانیان اور کہا

مبارک تجھے ای شہ نیک بخت
کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

سکندر نژاد اور دارا حشم
فلک مرتبت اور عطارد رقم

رہے اس کے اقلیم زیر نگین
غلامی کرین اس کی خاقان چین

یہ سنتے ہی مژدہ بچھا جانماز
کیے لاکھ سجدے کہ ای بے نیاز

تجھے فضل کرتے نہین لگتی بار
نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار

دوگانہ غرض شکر کا کر ادا
تہیہ کی[illegible]انے جشن کا

وہ نذرین خواصون کی فوجون کی لے
مخبر [illegible] وزر کا انعام دے

کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو — کہو خانساماں سے تیار ہو

نقیبوں کو بلوا کے یہ کہہ دیا — کہ نقار خانے مین دو حکم جا

کہ نوبت خوشی کی بجا دین تمام — خبر سُنکے یہ شاد ہون خاص و عام

یہ مژدہ جو پہونچا تو نقارچی — لگا ہر جگہ بادلہ اور زری

بنا ٹھاٹھ نقار خانے کا سب — مہیا کر اسباب عیش و طرب

غلاف اُنپہ بانات زر کے ٹانک — شتابی سے نقارونکو سینک سانک

دیا چوب کو پہلے بم سے ملا — لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا

کہا زیر نے بم سے بہر شگون — کہ دون دون خوشی کی خبر کیون نہ دون

بجے شادیانے جو وان اُس گھڑی — ہوئی گرد و پیش آ کے خلقت کھڑی

بہم مل کے بیٹھے جو شہنا نواز — بنا مُنھ سے پھر کی لگا اُسپہ ساز

سرون پر وہ سرپیچ سمول کے — خوشی سے ہوے گال گل پھول کے

لگے لینے اوپچین خوشی سے نئی — ارانا لگا بجنے اور سُگھرئی

ٹکورون مین نوبت کی شہنا کی دھن — سگھڑ سننے والون کو کہتی تھی سُن

ترھئی اور قرناے شادی کے دم — لگے بھرنے زیل اور کھرج مین بہم

سنی جھانجھ نے جو خوشی کی نوا — تھرکنے لگا تالیون کو بجا

نئے سر سے عالم کو عشرت ہوئی — کہ لڑکے کے ہونے کی نوبت ہوئی

محل سے لگا تا بہ دیوان عام — عجب طرح کا اک ہوا ازدحام

چلے لیکے نذریں امیر و وزیر
لگے کھینچنے زر کے تودے فقیر

دیے شاہ نے شاہزادہ کی ناؤں
مشائخ کو اور پیرزادوں کو گاؤں

امیروں کو جاگیر لشکر کو زر
وزیروں کو الماس لعل و گہر

خواصوں کو خوجوں کو جوڑے دیے
پیادے جو تھے انکو گھوڑے دیے

خوشی سے کیا یاں تلک زر نثار
جسے ایک دینا تھا بخشے ہزار

کیا بھانڈ اور بھگتیوں نے ہجوم
ہوئی آ ہے آ ہے مبارک کی دھوم

لگا کنچنی چونہ پڑنے تمام
کہانتک میں لوں نرتکاروں کا نام

جہانتک کہ سازندے تھے ساز کے
دھنی دست کے اور آواز کے (رقاص)

جہانتک کہ تھے گائک و نرتکار
لگے گانے اور ناچنے ایک بار

لگے بجنے قانون و بین و رباب
بہا ہر طرف جوئے عشرت کا آب

لگی تھاپ طبلوں کی مردنگ کی
صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی

لگا بینجوں کو سارنگیوں کو بنا
خوشی سے ہر ایک انگلی ترسن ملا

لگا موم تاروں پہ منھ چنگ کے
ملا سُر طنبوروں کے مردنگ سے

ستاروں کے پردے بنا کر درست
بجانے لگے سب وہ چالاک و چست

گئی بائیں کی آسمان پر گمک
اٹھا گنبد چرخ سارا دھمک

خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط
لگے ناچنے اس پہ اہل نشاط

کناری کے جوڑے چمکتے ہوے
وہ پاؤں کے گھنگھرو جھنکتے ہوے

وہ بالے چمکتے ہوئے کان میں
پھڑکنا وہ نتھنے کا ہر آن میں

وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤں کے ساتھ
دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ

کبھی دل کو پاؤں سے مل ڈالنا
نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا

دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا
کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا

کسی کے چمکتے ہوئے نورتن
کسی کے وہ مکھڑے پہ نتھ کی پھبن

وہ دانتوں کی مسی وہ گلبرگ تر
شفق میں عیاں جیسے شام و سحر

وہ گرمی تھی چہرے کی جیوں آفتاب
جسے دیکھ کر دل کو ہو اضطراب

چمکنا گلوں کا صفا کے سبب
وہ گردن کے ڈورے قیامت غضب

کبھی منہ کے تئیں پھیر لینا ادھر
کبھی چوری چوری سے کرنا نظر

دوپٹے کو کرنا کبھی منہ کی اوٹ
کہ پردے میں ہو جائے دل لوٹ پوٹ

ہر اک تان میں انکو ارمان یہ
کہ دل لیجیے تان کی جان یہ

کوئی فن میں سنگیت کی شعلہ رو
پرم جوگ پچھمی کی لے پر ملو

کوئی ڈیڑھ گت ہی میں پاؤں تلے
کھڑی عاشقوں کے دلوں کو ملے

کوئی دائرے میں سجا کر پرن
کوئی ودمے میں جتا اپنا فن

غرض ہر طرح دل کو لینا انھیں
نئی طرح سے داغ دینا انھیں

کبھی مار ٹھوکر کریں قتل عام
کبھی ہاتھ اٹھا لیویں گرتوں کو تھام

کہیں دھرپت اور گیت کا شور و غل
کہیں قول و قلبانہ و نقش و گل

کہیں بھانڈ اور لولیوں کا سماں
کہیں ناچ تھا بھگتیوں کا وہاں

مجیرا پکھاوج گلے ڈال ڈھول
بجاتے تھے اُس جا کھڑے باندھ غول

محل میں جو دیکھو تو اک ازدحام
مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام

پری پیکروں کا ہر اک جا ہجوم
وہاں بھی پڑی تہنیت و عشرت کی دھوم

چھٹی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات
کہ دن عید اور رات تھی شب برات

بڑھے ابر ہی ابر میں جوں ہلال
محل میں لگا پلنے وہ نونہال

برس گانٹھ جس سال اُس کی ہوئی
دلِ بستگاں کی گرہ کھل گئی

وہ گل جبکہ چوتھے برس میں لگا
بڑھایا گیا دودھ اُس ماہ کا

ہوئی تھی جو کچھ پہلی شادی کی دھوم
اسی طرح سے پھر ہوا واں ہجوم

طوائف وہی اور وہی راگ و رنگ
ہوئی بلکہ دونی خوشی کی ترنگ

وہ گل پاؤن سے اپنے جس جا چلا
وہاں آنکھ کو نرگسوں نے ملا

لگا پھرنے وہ سرو جب پاؤن پاؤن
لیے پھرتے آنکھوں پہ سب اسکے پاؤن

داستان تیاری میں باغ کی

مے ارغوانی پلا ساقیا
کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ
ہوا رشک سے جسکے لالہ کو داغ

عمارت کی خوبی دروں کی وہ شان
لگے جس میں زربفت کے سائبان

چقیں اور پردے بندھے زرنگار
دروں پر کھڑی دست بستہ بہار

کوئی ڈور سے در پہ اٹکا ہوا | کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریان سربسر | کہ مہ کا بندھا جس مین تارِ نظر
چقون کا تماشا تھا آنکھون کا جال | نگہ کو وہان سے گذرنا محال
سُنہری مُغرق چھتین ساریان | وہ دیوار اور در کی گلکاریان
دیے ہر طرف آئینے جو لگا | گیا چوگنا لطف اُس مین سما
وہ مخمل کا فرش اُسکا سُتھرا کہ بس | بڑھے جسکے آگے نہ پائے ہوس
رہین لخلخے اُس مین روشن مدام | معطر شب و روز جس سے مشام
چھپرکھٹ مرصع کا دالان مین | چمکتا تھا اِس طرح ہر آن مین
زمین پر تھی اِس طور اُسکی جھمک | ستارون کی جیسے فلک پر چمک
زمین کا کرون وانکی کیا مین بیان | کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیان
بنی سنگ مرمر سے چوپڑ کی نہر | گئی چارسو اُسکے پانی کی لہر
قرینے سے گرد اُسکے سروِ سہی | کچھ اِک دور دور اُس سے سیب و بہی
کہون کیا مین کیفیتِ داربست | لگائے رہین تاک وان مے پرست
ہوائے بہاری سے گل لہلہے | چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے
زمرد کے مانند سبزے کا رنگ | روش پر جواہر لگا جیسے سنگ
روش کی صفائی پہ بے اختیار | گلِ اشرفی نے کیا زر نثار
چمن سے بھرا باغ گل سے چمن | کہین نرگس و گل کہین یاسمن

چنبیلی کہین اور کہین موتیا — کہین رائے بیل اور کہین موگرا

کھڑے شاخ شبو کے ہر جا نشان — مدن بان کی اور ہی آن بان

کہین ارغوان اور کہین لالہ زار — جدی اپنی موسم مین سب کی بہار

کہین جعفری اور گیندا کہین — سمان شب کو داؤدیون کا کہین

عجب چاندنی مین گلون کی بہار — ہر اک گل سفیدی سے مہتاب وار

کھڑے سرو کی طرح چنپے کے جھاڑ — کہے تو کہ خوشبوئیون کے پہاڑ

کہین زرد نسرین کہین نسترن — عجب رنگ پر زعفرانی چمن

پڑے آب جو ہر طرف کو بہے — کرین قمریان سرو پر چہچہے

گلون کا لب نہر پر جھومنا — اسی اپنے عالم مین منہ چومنا

وہ جھک جھک کے گرنا خیابان پہ — نشے کا سا عالم گلستان پہ

لیے ہاتھ مین نیچے مالنین — چمن کو لگین دیکھنے بھالنین

کہین تخم پاشی کرین گود کر — پنیرے جما دین کہین کھود کر

کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال — کہین ہاتھ جون مست گردن مین ڈال

لب جو یہ آئینے مین دیکھ قد — اکڑنا کھڑے سرو کا جد نہ تد

خرامان صبا صحن مین چار سو — دماغون کو دیتی ہر اک گل کی بو

کھڑے نہر پر قاز اور قرقرے — لیے ساتھ مرغابیون کے پرے

صدا قرقرون کی لبطون کا وہ شور — درختون پہ بگلے منڈیرون پہ مور

چمن آتشِ گُل سے دہکا ہوا — ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
صبا جو گئی ڈھیریان کرکے پھول — پڑے ہر طرف مولسریون کے پھول
وہ کیلون کی اور مولسریون کی چھاؤن — لگی جائین آنکھین لیے جسکا ناؤن
خوشی سے گلون پر سدا بلبلین — تعشق کی آپس مین باتین کرین
درختون سے نے برگو نکلے طوطے ورق — کہ لین طوطیان بوستان کا سبق
سمان قمریان دیکھ اُس آن کا — پڑھین باب پنجم گلستان کا
دَدا دائیان اور مغلانیان — پھرین ہر طرف اُس مین جلوہ کنان
خواصون کا اور لونڈیون کا ہجوم — محل کی وہ چُہلین وہ آپس کی دھوم
تکلف کے پہنے پھرین سب لباس — رہین رات دن شاہزادے کے پاس
کنیزان مہ رو کی ہر طرف ریل — چنبیلی کوئی اور کوئی راے بیل
رنگیلی کوئی اور کوئی سیام روپ — کوئی چت لگن اور کوئی کام روپ
کوئی کیتکی اور کوئی گلاب — کوئی مہ رتن اور کوئی ماہتاب
کوئی سیوتی اور ہنس مکھ کوئی — کوئی دل لگن اور تن سکھ کوئی
اِدھر اور اُدھر آتیان جاتیان — پھرین اپنے جوبن کو دکھلاتیان
کہین اپنے پٹے سنوارے کوئی — اری اور سہیلی پکارے کوئی
کہین چٹکیان اور کہین تالیان — کہین قہقہے اور کہین گالیان
بجاتی پھرے کوئی اپنے کڑے — کہین واہ واہ اور کہین واچھڑے

دکھاوے کوئی گوکھرو موڑ موڑ
کہین سوت بوٹی کہین تار توڑ

ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پیے
دمِ دوستی کوئی بھر بھر جیے

کوئی حوض مین جا کے غوطہ لگائے
کوئی نہر پر پانون بیٹھی ہلائے

کوئی اپنی طوطی کی لیوے خبر
کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر

کسی کو کوئی دھول مارے کہین
کوئی جان کو اپنی وارے کہین

کوئی آرسی اپنے آگے دھرے
ادا سے کہین بیٹھی کنگھی کرے

مقابہ کوئی ڈھول مسّی لگائے
لبون پر دھڑی اپنے کوئی جمائے

ہوا اُن گلون سے دوبالا سمان
اُسی باغ مین تھا وہ سروِ روان

غرض لوگ تھے یہ جو ہر کام کے
یہ سب واسطے اُسکے آرام کے

پلا جب وہ اس ناز و نعمت کے ساتھ
پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھ

ہوئی اُسکے مکتب کی شادی عیان
ہوا پھر اُنھین شادیون کا سمان

معلم اتالیق منشی ادیب
ہر اک فن کے اُستاد بیٹھے قریب

کیا قاعدے سے شروع کلام
پڑھانے لگے علم اُسکو تمام

دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا
کئی سال مین علم سب پڑھ چکا

معانی و منطق بیان و ادب
پڑھا اُسنے منقول و معقول سب

خبردار حکمت کے مضمون سے
غرض جو پڑھا اُسنے قانون سے

لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم
زمین آسمان مین پڑی اُسکی دھوم

کیے علم نوکِ زباں حرف حرف
اسی نحو سے اُسنے کی عمر صرف

عطارد کو آنے لگی اُسکی ریس
ہوا سادہ لوحی مین وہ خوشنویس

ہوا جبکہ نوخط وہ شیرین رقم
بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

لیا ہاتھ جب خامۂ مشکبار
لکھا نسخ و ریحان و خطِ غبار

عروس الخطوط اور ثلث و رقاع
خفی اور جلی مثل خطِ شعاع

شکستہ لکھا اور تعلیق جب
رہے دیکھ حیران اتالیق سب

کیا خط گلزار سے جب فراغ
ہوا صفحۂ قطعہ گلزار باغ

کرون علم اُسکا کہان تک عیان
کہ ہے خوب اب مختصر یہ بیان

کمان کے جو درپے ہوا بینظیر
لیا کھینچ چلّے مین سب فن تیر

صفائی مین سوفار پیکان کیا
گیا جبکہ تودے پہ طوفان کیا

رکھا چھوٹتے ہی جو لکڑی پہ من
کیا اپنے قبضے مین سب اُسکا فن

ہوئین دست و بازو کی ہمسائیان
اُڑائین کئی ہاتھ مین گھائیان

رکھا موسقی پر جو کچھ کچھ خیال
کیے قید سب اُسنے ہاتھون مین تال

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر
رکھے رنگ سب اُسکے مد نظر

گئی دن مین سیکھا یہ کسب تفنگ
کہ حیران ہوے دیکھ اہل فرنگ

سوالات کمالون کے کتنے کمال
مروت کی خو آدمیت کی چال

رذالون سے نفرون سے نفرت اُسے
سدا قابلون ہی سے صحبت اُسے

گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر — ہر اک فن مین سچ مچ ہوا بینظیر

داستان سواری کی تیاری کے حکم مین

پلا ساقیا مجھ کو اک جام مُل — جوانی پہ آیا ہے ایام گُل
غنیمت شمر صحبتِ دوستان — کہ گُل پنج روزست در بوستان
ثمر لے بھلائی کا گر ہو سکے — شتابی سے بو لے جو کچھ بو سکے
کہ رنگِ چمن پر نہین اعتبار — نہان چرخ مین ہے خزان و بہار
پڑی جب گرہ بارھوین سال کی — کھُلی گُل جھڑی غم کے جنجال کی
کہا شہ نے بُلوا نقیبون کو شام — کہ ہون صبح حاضر سبھی خاص و عام
سواری تکلف سے تیار ہو — مہیا کرین جو کہ درکار ہو
کرین شہر کو مل کے آئینہ بند — سواری کا ہو لطف جس سے دوچند
رعیت کے خوش ہون صغیر و کبیر — کہ نکلے گا کل شہر مین بینظیر
یہ فرما محل مین گئے بادشاہ — نقیبون نے سن حکم کی اپنی راہ
ہوئی شب لیا مہ نے جامِ شراب — گیا سجدۂ شکر مین آفتاب
خوشی مین گئی جلد جو شب گذر — ہوئی سامنے سے نمایان سحر
عجب شب تھی وہ جون سحر روسپید — عجب روز تھا مثل روزِ امید
گیا مژدۂ صبح لے ماہتاب — اُٹھا سورج آنکھون کو ملتا شتاب
کہا شاہ نے اپنے فرزند کو — کہ بابا نہا دھو کے تیار ہو

داستان حمام کے نہانے کی لطافت مین

پلا آتشین آب پیرِ مغان
کہ بھولے مجھے گرم و سرد جہان

اگر چاہتا ہے مرے دل کا چین
نہ دینا وہ ساغر جو ہو قلتین

کدورت مرے دل کی دھو ساقیا
[illegible] شیشۂ می کو دھو دھا کے لا

کہ سرگرم حمام ہے بےنظیر
گیا ہے نہانے کو بدرِ منیر

ہوا جب کہ داخل وہ حمام مین
عرق آ گیا اُسکے اندام مین

تنِ نازنین نم ہوا اُس کا کُل
کہ جس طرح ڈوبے ہی شبنم مین گُل

پرستار باندھے ہوئے لُنگیان
مہ و مہر سے طاس لے کر وہان

لگے ملنے اُس گلبدن کا بدن
ہوا ڈہڈہا آب سے وہ چمن

نہانے مین یون تھی بدن کی دمک
برسنے مین بجلی کی جیسے چمک

لبون پر جو پانی پڑا اُس سر بسر
نظر آئے جیسے وہ گلبرگ تر

ہوا قطرۂ آب یون چشم بوس
کہے تو پڑی جیسے نرگس پہ اوس

لگا ہونے ظاہر جو اعجازِ حُسن
ٹپکنے لگا اُس سے اندازِ حُسن

گیا حوض مین جب وہ شہ بےنظیر
پڑا آب مین عکسِ ماہِ منیر

وہ گورا بدن اور بال اُسکے تر
کہے تو کہ ساون کی شام و سحر

نمی سے تھا بالون کا عالم عجب
نہ دیکھی کوئی خوب تر اُس سے شب

کہون اُسکی خوبی کی کیا تجھ سے بات
کہ جیون بھیگتی جائے صحبت کی رات

زمیں پر تھا اک موجۂ نور خیز
ہوا جب وہ فوارہ ساں آب ریز

زمرد کی لے ہاتھ میں سنگ پا
کیا خادموں نے جو آہنگ پا

ہنسا کھل کھلا وہ گل نو بہار
لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار

عجب عالم اُس نازنیں پر ہوا
اثر گدگدی کا جبیں پر ہوا

ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے
ہوئے جی سے قربان چھوٹے بڑے

دعائیں لگے دینے بے اختیار
کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار

کہ ایسی خوشی سے ہو سب کی خوشی
مبارک تجھے روز و شب کی خوشی

نہ آوے کبھی تیرے خاطر پہ میل
چمکتا رہے یہ فلک کا سہیل

کیا غسل جب اس لطافت کے ساتھ
اُڑھا کھیس لائے اُسے ہاتھوں ہاتھ

نہا دھو کے نکلا وہ گل اس طرح
کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جس طرح

غرض شاہزادے کو نہلا دُھلا
دیا خلعتِ خسروانہ پنہا

جواہر سراسر پنہایا اوسے
جواہر کا دریا بنایا اوسے

لڑی لٹکن اور کلغی اور نورتن
کیا ایک سے ایک زیبِ بدن

مرصع کا سرپیچ جوں موج آب
منور بہ شکلِ رخ آفتاب

وہ موتی کے مالے بصد زیب و زین
کہیں جسکو آرام جان دل کا چین

جواہر کا تن پر عجب تھا ظہور
کہ ایک ایک عکس اسکا تھا کوہ طور

غرض ہو کے اس طرح آراستہ
خراماں ہوا سرو نوخاستہ

نکل گھر سے جس دم ہوا وہ سوار
کیے خوان گوہر کے اُس پر نثار

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم
ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب مین دھوم

برابر برابر کھڑے تھے سوار
ہزارون ہی تھی ہاتھیون کی قطار

سنہری روپہلی وہ عماریان
شب و روز کی سی طرحداریان

جھمکتے ہوے بادلے کے نشان
سوارون کی غٹ اور بانونکی شان

ہزارون ہی اطراف مین پالکی
جھلابورنی جگمگی نالکی

کہارون کی زربفت کی کُرتیان
اور اُنکے دبے پانون کی پھرتیان

بندھین پگڑیان طاش کی سر اوپر
چمکتا چوندمین جس سے آوے نظر

وہ ہاتھون مین سونے کے سوٹے کڑے
جھلک جسکی ہر ہر قدم پر پڑے

وہ ماہی مراتب وہ تخت رواں
وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے سمان

وہ شہنائیون کی صدا خوشنما
سہانی وہ نوبت کی دھیمی صدا

وہ آہستہ گھوڑون پہ نقارچی
قدم با قدم با لباسِ زری

بجاتے ہوے شادیانے تمام
چلے آگے آگے ملے شادکام

سوار اور پیادہ صغیر و کبیر
جلو مین تمامی امیر و وزیر

وہ نادرین کہ جس جس نے تھین ٹھانیان
شہ و شاہزادہ کو گذرانیان

ہوے حکم سے شاہ کے پھر سوار
چلے سب قرینے سے باندھے قطار

سجے اور سجا کے سبھی خاص و عام
لباسِ زری مین ملبّس تمام

طرق کے طرق اور پرے کے پرے ۔ کچھ ادھر اودھر کچھ ورے کچھ پرے

مرصع کے سازون سے کوتل سمند ۔ جو خوبی مین طاؤس سے بھی دوچند

وہ فیلون کی اور میگ ڈمبر کی شان ۔ جھلکتے وہ مقیش کے سائبان

چلے پایۂ تخت کے ہو قریب ۔ بدستور شاہانہ نپٹے جریب

سواری کے آگے پئے اہتمام ۔ لیے سونے روپے کے عصی تمام

نقیب اور جلودار اور چوبدار ۔ یہ آپس مین کہتے تھے ہردم پکار

اسی اپنے معمول و دستور سے ۔ ادب سے تفاوت سے اور ڈور سے

بلا نوجوانو بڑھے جائیو ۔ دو جانب سے باگین لیے آئیو

بڑھے جائین آگے سے چلتے قدم ۔ بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

غرض اس طرح سے سواری چلی ۔ کہے تو کہ بادِ بہاری چلی

تماشائیون کا جدا تھا ہجوم ۔ کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دھوم

لگا قلعہ سے شہر کی حد تلک ۔ دکانون پہ تھی بادلے کی جھلک

منڈھے تھے تمامی سے دیوار و در ۔ تمامی تھا وہ شہر سونے کا گھر

کیا تھا زبس شہر آئینہ بند ۔ ہوا چوک کا لطف وان چار چند

رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ ۔ گذرتی تھی رک رک کے ہر جا نگاہ

ہوے جمع کوٹھون پہ جو مرد و زن ۔ ہر اک سطح تھا جون زمینِ چمن

یہ خالق کی سن قدرتِ کاملہ ۔ تماشے کو نکلین زنِ حاملہ

لگا رنج سے تا ضعیف و نحیف — تماشے کو نکلے وضیع و شریف

وحوشوں طیوروں تلک بے خلل — پڑے آشیانوں سے اپنے نکل

نہ پہونچا جو اک مرغ قبلہ نما — سو وہ آشیانے مین تڑپا کیا

زبس شاہزادہ بہت تھا حسین — ہوے دیکھ عاشق کہین وہین

نظر جس کو آیا وہ ماہِ تمام — کیا اُسنے جھک جھک کے اُسکو سلام

دعا شاہ کو دی کہ بارِ الٰہ — سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ

یہ خوش اپنے مہ سے رہے شہریار — کہ روشن رہے شہر پروردگار

غرض شہر سے باہر اک سمت کو — کوئی باغ تھا شہ کا اُس مین سے ہو

گھڑی چار تک خوب ہی سیر کر — رعیت کو دکھلا کے اپنا پسر

اُسی کثرتِ فوج سے ہو سوار — پھر آ شہر کی طرف وہ شہریار

سواری کو پہونچا گئی فوج اُدھر — گئے اپنی منزل مین شمس و قمر

جہانتک کہ تھین خادمانِ محل — خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئین نکل

قدم اپنے حجرون سے باہر نکال — لیا سب نے آ پیشوا حال حال

بلائین لگین لینے سب ایکبار — کیا جی کو یکدست سب نے نثار

گیا جب محل مین وہ سروِ روان — بندھا ناچ اور راگ کا پھر سمان

پھر رات تک پہنے پوشاک وہ — رہا ساتھ سب کے طربناک وہ

قضارا وہ شب تھی شبِ چاردہ — پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

نظارے سے تھا اُسکے دل کو سرور
عجب عالمِ نور کا تھا ظہور

عجب لطف تھا سیر مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا سیماب کا

ہوا شاہزادے کا دل بیقرار
یہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار

کچھ آئی جو اُس مہ کے جی مین ترنگ
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

خواصون نے جا شاہ سے عرض کی
کہ شہزادے کی آج یون ہی خوشی

ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا
کہ چھایا ہے عالم لبِ بام کا

کہا شہ نے اب تو گئے دن نکل
اگر یون ہی مرضی تو کیا ہے خلل

پر اتنا ہو اُس سے خبردار ہون
جنھون کی ہو چوکی وہ بیدار ہون

لبِ بام پر جب وہ سوئے صنم
کرین سورۂ نور کو آ کے دم

تمھارا ادھر اول بالا رہے
تو اس گھر کا قائم اُجالا رہے

کہا تب خواصون نے حق سے امید
یہی ہے کہ ہم کو دکھاوے یہ عید

پھرین حکم لے وان سے پھر شاہ کا
بچھونا وہان جا کے لگوایا ماہ کا

قضارا وہ دن تھا اسی سال کا
غلط وہم باقی مین تھا فال کا

سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم
کہ آگے قضا کے ہو احمق حکیم

بڑے سے اپنے جو سب عیش بیچ
نہ سمجھے زمانے کی کچھ اونچ نیچ

یہ جانا کہ یون ہی رہیگا یہ دور
نہ دریافت تھے اس زمانے کے طور

کہ اس چرخ فانی کی ہے نئی ترنگ
یہ گرگٹ بدلتا ہے ہر دم ہی رنگ

اگر بادۂ عیش در جام ریخت | کہ صد شام بر فرق صبحش نہ ریخت
ندارد تعجب ز نیرنگ دہر | کہ آرد ز یک حقہ تریاک و زہر

داستان شاہزادہ کے کوٹھے پر سونے اور پری کے اُڑا لیجانے کی

شتابی سے اُٹھ ساقیِ سیمبر | کہ چارون طرف ماہ ہے جلوہ گر
پلا دے گلابی مین دے بھر کے جام | کہ آیا بلندی پہ ماہِ تمام
جوانی کہان اور کہان پھر یہ سن | مثل ہے کہ ہے چاندنی چار دن
اگر دے کے دینے مین کچھ دیر ہے | تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہے
وہ سونے کا جو تھا جڑاؤ پلنگ | کہ سیمین تنون کو ہو جسپر اُمنگ
سراسر اوچھے زری باف کے | کہ تھے رشک آئینۂ صاف کے
کھنچی چادر اک اُسپہ شبنم کی صاف | کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف
کسے اُسپہ کسنے وہ مقیش کے | کہ جھبّون مین تھے جسکے موتی لگے
دھرے اُسپہ تکیے کئی نرم نرم | کہ مخمل کو ہو جسکے دیکھے سے شرم
کہان تک کوئی اُنکی خوبی کو پائے | جسے دیکھ آنکھون کو آرام آئے
وہ گل تکیے اُسکے جو تھے رشک ماہ | کہ ہر وجہ تھی اُنکی خوبی مین راہ
کبھی نیند مین جبکہ ہوتا تھا وہ | تو رخسار رکھ اُس پہ سوتا تھا وہ
چھپالے سے ہوتا نہ حسن اُسکا ماند | دیے تھے لگا اُسکے مکھڑے کو چاند
نہالی وہ دونون کی ایک جوت | کہ جیسے ہو دو چشمون کی ایک سوت

زبس نیند مین تھا جو وہ ہو رہا
بچھونے پہ آتے ہی بس سو رہا

وہ سویا جو اُس آن سے بےنظیر
رہا پاسبان اُسکا بدرِ منیر

ہوا اُسکے سونے پہ عاشق جو ماہ
لگادی ادھر اپنی اُسنے نگاہ

وہ مہ اُسکے کوٹھے کا ہالا ہوا
غرض وان کا عالم دوبالا ہوا

وہ پھولون کی خوشبو وہ سُتھرا پلنگ
جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ

جہانتک کہ چوکی کے تھے باری دار
ہوا جو چلی سو گئے ایک بار

غرض سب کو وان عالمِ خواب تھا
مگر جاگتا ایک مہتاب تھا

قضا را ہوا اک پری کا گذر
پڑی شاہزادے پہ اُسکی نظر

بھبھوکا سا دیکھا جو اُسکا بدن
جلا آتشِ عشق سے اُسکا تن

ہوئی لاکھ جی سے وہ اُسپر نثار
وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اُتار

جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہان
منور ہے سارا زمین آسمان

دوپٹے کو اُس مہ کے مُنھ سے اُٹھا
دیا گال سے گال اپنا ملا

اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس
ولیکن حیا نے کہا اُسکو بس

مئے عشق مین پھر یہ سوجھی ترنگ
کہ لے چلیے اسکا امانت پلنگ

محبت کی آئی جو دل مین ہوا
وہان سے اُسے لے اُڑی دلربا

ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند
ہوا مین ستارہ سا چمکا دوچند

شبِ مہ مین وہ یون زمین سے اُٹھا
چلے شیر جس طرح سے جوش کھا

جلے رشک سے اُسکے شمع و چراغ
کہ اُس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ

غرض لے گئی آن کی آن مین
اُڑا کر وہ اُس کو پرستان مین

کبھی خوش ہی دل اور کبھی دردمند
زمانے کی جیسی ہے پست و بلند

داستان حالت تباہ کرنے ماں باپ کی شاہزادہ کے غائب ہونے سے

شتابی مجھے ساقیا دے شراب
کہ یہ حال سُن کر ہوا دل کباب

یہان کا تو قصہ مین چھوڑا یہان
ذرا اب سنو غمزدون کا بیان

کرون حال ہجران زدون کا رقم
کہ گذرا جدائی سے کیا اُنپہ غم

کُھلی آنکھ جو ایک کی وان کہین
تو دیکھا کہ وہ شاہزادہ نہین

نہ ہی وہ پلنگ اور نہ وہ ماہرو
نہ وہ گل ہی اُس جا نہ وہ اُسکی بو

رہے دیکھ یہ حال حیران کار
کہ یہ کیا ہوا ہاے پروردگار

کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی

کوئی بلبلائی سی پھرنے لگی
کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو
گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو

کوئی رکھ کے زیرِ زنخدان چھڑی
رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی

رہی کوئی اُنگلی کو دانتون مین داب
کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب

کسی نے دیے کھول سنبل سے بال
طمانچون سے جون گل کیے سرخ گال

نہ بن آئی کچھ اُنکو اسکے سوا
کہ کہیے یہ احوال اب شہ سے جا

سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر
گرا خاک پر کہہ کے ہائے پسر

کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی
کلی کی طرح سے بکس رہ گئی

ہوا گم وہ یوسف پڑی یہ جو دھوم
کیا خادمانِ محل نے ہجوم

کہا شہ نے واں کا مجھے دو پتا
عزیزو جہاں سے وہ یوسف گیا

گئیں لے وہ شہ کو لبِ بام پر
دکھایا کہ سویا تھا یاں سیمبر

یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا
کہا ہائے بیٹا تو یاں سے گیا

مرے نوجواں میں کدھر جاؤں پیر
نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر

عجب بحرِ غم میں ڈبویا مجھے
غرض جان سے تو نے کھویا مجھے

کروں اس قیامت کا کیا میں بیاں
تڑپتی میں ہر دم تھا شور و فغاں

لبِ بام کثرت جو یکسر ہوئی
تلے کی زمیں ساری اوپر ہوئی

شب آدھی تو جس طرح سوتے کٹی
رہی تھی جو باقی وہ روتے کٹی

عجب طرح کی شب تھی ہیہات وہ
قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ

سحر نے کیا جب گریباں چاک
اڑانے لگے مل کے سب سر پہ خاک

الم تھا شہر میں ہر طرف شور و غل
کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل

غم و درد سے دل جو سب کا بھرا
ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا

گیا جھک وہ سرو اس باغ سے
نظر پھول آنے لگے داغ سے

اکڑنا گئے سرو سب اپنا بھول
اڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول

صدا اب جو کوئی اُنھوں کی سنے
تو کُو کُو سے اُنکی جگر تک بھُنے

ہوے خشک اور زرد سارے نہال
ثمر اُنکے پانوں ہوے پائمال

ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا
گلوں کا جگر درد سے پھٹ گیا

تبسم گیا حزن سے غنچہ بھول
ہوا غم سے ازبس لہوی کے پھول

اُڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب
ہوے بال سنبل کے ماتم کی شب

لب جو کے اُڑنے لگی گرد گرد
گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

لگی آگ لالہ کے دل کو تمام
دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام

پڑا ماتم اس باغ میں یکلخت
ہوے نخل ماتم تمامی درخت

گرے تھم کے انگور مدہوش ہو
پڑے سارے سائے سیہ پوش ہو

لگے تھے جو پتے درختوں کے ساتھ
وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ

وہ لبریز جو نہر تھی جا بجا
سو آنکھوں کو وہ رہ گئی ڈبڈبا

اُچھلتے تھے فوارے جو اُسکے واں
گیا سب نکل اُنکا تاب و تواں

مژہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے
غرض روتے روتے گڑھے پڑ گئے

ہوا حال چشموں کا یاں تک تباہ
کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ

ات وہ دلنوین اور کہ صفر آبشار
کوئی دل میں روئے کوئی داڑھ مار

بگلوں کا عالم نہ وہ قرقرے
نہ وہ آبجوئیں نہ سبزے ہرے

نہ رقص کرتے تھے طاؤس باغ
لگے بولنے اُن منڈیروں پہ زاغ

سہانی وہ چھائین جو دلچسپ تھین — سو کیا ہو کہ اب دل لگی وان نہین
منقش جہان تھے وہ رنگین مکان — ہوے سب وہ جون دیدۂ خونچکان
گلون کی طرح کھل رہے تھے جو دل — سو وہ سب خزان سے ہوے مضمحل
خزان کا علم دل مین جو آ گڑا — جگر برگ گل کی طرح جھڑ پڑا
نہ غنچہ نہ گل نے گلستان رہا — فقط دل مین اک خار ہجران رہا
وزیرون نے دیکھا جو احوال شاہ — کہ ہوتی ہے اب اسکی حالت تباہ
کہا گو جدائی گوارہ نہین — ولیکن خدائی سے چارہ نہین
نہین خوب اتنا تمھین اضطراب — نصیبون سے شاید ملے وہ شتاب
خدا جانے اب اس مین کیا بھید ہے — یہ کہتے ہین جیتون کو امید ہے
خدا کی خدائی تو معمور ہے — غرض اسکے نزدیک کیا دور ہے
نہین ایک صورت یہ کوئی مدام — اسی کی غرض ذات کو ہے قیام
یہ کہہ اور شہ کو بٹھا تخت پر — بہر نوع رہنے لگے یک دگر
لٹایا بہت باپ نے مال و زر — ولیکن نہ پائی کچھ اس کی خبر

داستان پرستان مین لیجانے کی

مجھے دیکے کھوج اسکا بتا — ذرا خضر رہ تو ہی ہو [illegible]
نہ پائی کہین بات تو اس گل کی بو — کرون اب پرستان مین [illegible]
اڑی جو پری وان سے [illegible] — اشارا پرستان کے [illegible]

وہاں ایک تھا سحر کا اُس کے باغ — کہ جس کے گلوں سے ہو تازہ دماغ

ریاحین و گل اُس میں انواع کے — طلسمات کل اُس میں انواع کے

طلسمات کے سارے دیوار و در — نہ پانی سے کوٹھے نہ پانی سے گھر

مُطلّا منقّش مشبّک تمام — یہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اُس میں کام

گرے چھن کے واں اس لطافت سے دھوپ — کہ زردی کا جوں زعفران پر ہو روپ

نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر — نہ سردی نہ گرمی کا اُس میں خطر

ہرے اور بھرے سب گلوں سے مکان — جہاں چاہیے جا کے رکھ دیں وہاں

درخشندہ ہر سقف دالان کی — ہو دیوار جیسے چراغان کی

زمیں واں کی ساری جواہر نگار — اُدھر میں چمن اور ہوا میں بہار

کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق — نظر آئے وہ چیز بالائے طاق

جواہر کے ذی روح وحش و طیور — خراماں پھریں صحن میں دور دور

پھریں دن کو سارے وہ حیوان ہو — کریں رات کو کام انسان ہو

لگے ہر طرف گوہر شب چراغ — وہی دن کو گوہر وہی شب چراغ

بنائے ہوئے جال باہم نہال — گل و غنچہ سب واں کے دور از خیال

صدا آپ سے آپ گھڑیال کی — کہیں ناچ کی اور کہیں تال کی

رہے واں کے حجروں کا جو در کھلا — تو دنیا کے باجوں کی آئے صدا

وگر بند کر دیجیے ایک بار — تو جوں ارغنوں راگ نکلیں ہزار

مکانون مین مخمل کا فرش و فروش
بخطِ سلیمانی اُن پر نقوش

طلسمات کے پردے اور چلمنین
ارادے یہ دل کے کہ اُٹھین اور گرین

خواصین پریزاد اُس مین تمام
پھرین گرد و گرد اُس پری کے مدام

سرِ نہر بنگلہ مرصع نگار
سراپا برنگ گہر آبدار

رکھا شاہزادے کا اُس مین پلنگ
کھلا حسن سے اُسکے بنگلے کا رنگ

قضارا کھلی آنکھ اُس گل کی جو
نہ پائی وہان شہر کی اپنے بو

نہ وہ لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا
تعجب سے ایک اک کو تکتا رہا

اچنبھے کا یہ خواب دیکھا جو وان
لگا کہنے یارب مین آیا کہان

زبس تھا وہ لڑکا تو سہما بھی کچھ
ہوا کچھ دلیر اور حیران بھی کچھ

سرہانے جو دیکھی مہِ چاردہ
کہ ہے اجنبی سی وہ اک رشکِ مہ

کہا کون ہے تو یہ کس کا ہے گھر
لے آیا مجھے کون گھر سے ادھر

پھرا منھ کو اور لے اُدھر سے نقاب
دیا اُس پری نے یہ ہنس کر جواب

خدا جانے تو کون مین کون ہون
تجھے بھی تعجب ہے مین کیا کہون

پر اب خود تو آیا ہے یان میرے گھر
لے آئی ہے تجھ کو قضا و قدر

یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہین
پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہین

ترے عشق نے مجھ کو شیدا کیا
ترا غم مرے دل مین پیدا کیا

چھڑا کر ترا تجھ سے شہر و دیار
یہ بندی ہی لائی ہے تقصیر وار

پری ہوں میں اور یہ پرستان ہے — یہاں سب یہ قوم بنی جان ہے

کہاں صورت جن کہاں شکل انس — غرض قہر ہے صحبت غیر جنس

پری کو ہوئی شادی اُس مہ کو غم — پہ ناچار کیا کر سکے وہ صنم

کبھی یوں بھی ہے گردش روزگار — کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار

غرض دل کو جوں توں لگایا وہاں — کہا اُسنے جو کچھ کہا اُس کو ہاں

ولیکن نہ عقل و نہ ہوش و حواس — رہے وحشیوں کی طرح وہ اُداس

کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے وہ — کبھی سانس لے کر کہے ہائے وہ

وہ محلوں کی چہلیں وہ گھر کا سماں — رہے رو برو دھیان میں ہر زماں

وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے — تو راتوں کو رو رو کے دریا بہائے

کبھی اپنی تنہائی پر غم کرے — کبھی اپنے اوپر دعا دم کرے

کرے یاد جب اپنے ناز و نعم — فغان زیر لب وہ کرے دمبدم

بہانے سے دن رات سویا کرے — نہ ہو جب کوئی تب وہ رویا کرے

غرض اضطراب اُسکو ہر حال میں — کہ جوں مرغ تڑپے نیا جال میں

غرض ماہرخ اُس پری کا تھا نام — پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام

کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی واں — کہ تا راز اُسکا نہ ہووے عیاں

وہ پریوں میں ازبسکہ تھی ذیشعور — نئی چیز لاتی تھی اُسکے حضور

عجائب غرائب پرستان کے — دکھاتی تھی ہر شب اُسے آن کے

نئے کھانے اور میوے اقسام کے | مہیا سب اسباب آرام کے
نئی کشتیاں روز پوشاک کی | خوشامد سدا جان غمناک کی
نئے سانگ وانکے نئے راگ و رنگ | کہ تا دل لگے اور نہ ہو جی بتنگ
شرابوں کے شیشے چنے طاق میں | گزک وہ کہ نکلے نہ آفاق میں
شراب و کباب و بہار و نگار | جوانی و مستی و بوس و کنار
نہ تھا اور کچھ غم تو اس کو وہاں | بغیر از غمِ دوریِ دوستاں
اسی غم سے گھل گھل کے مرتا تھا وہ | سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ
پری وہ جو تھی دل لگائے ہوئے | وہ بیٹھی تھی اسکو اڑائے ہوئے
وہ تھی نازنیں بھی بہت عقلمند | نہ کھلنے سے کچھ اسکے ہوتی تھی بند
کہا ایک دن اسنے سن بینظیر | مرے دام میں تو ہوا ہے اسیر
تو اک کام کر اک پہر بھر کہیں | کیا کر ٹک اک سیر روئے زمیں
تو رک رک کے دل کو نہ کر اپنے بند | نہ پہونچے کہیں تیرے جی کو گزند
سر شام جاتی ہوں میں باپ پاس | اکیلا تو رہتا ہے اس جا اداس
یہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے | ولیکن یہ دے تو مچلکا مجھے
کہ گر شہر کی طرف جاوے کہیں | و یا دل کسی سے لگاوے کہیں
تو پھر حال ہو جو گنہگار کا | وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا
کہا کیونکہ میں تم کو جاؤنگا بھول | مجھے جو کہا تم نے سب ہے قبول

کہا ماہرخ نے کہ تجھے تیرے بخت / کہ بخشا تجھے مین سلیمان کا تخت

جو اُترے تو کل اُسکی یون جوڑیو / جو برعکس چاہے تو وون موڑیو

زمین سے لگا اورتا آسمان / جہان چاہیو جا ئیو تو وہان

داستان گھوڑے کی تعریف مین

کہون کیا مین اُس اسپ کی خوبیان / پرندون مین کب ہون یہ محبوبیان

ذرا کل کو موڑے فلک پر گیا / جو کہیے تو کہیے اُسے بادپا

نہ کھاوے نہ پیوے نہ سووے کبھی / نہ ٹاپے نہ بیمار ہووے کبھی

نہ حنظری نہ کمری نہ شبکور وہ / نہ وہ کہنہ لنگ اور نہ منھ زور وہ

نہ ہڈون کا نہ موتھڑون کا خلل / نہ پیشانی او پر ستارے کا بل

نہ ساپن نہ ناگن نہ بھونری کا ڈر / ہر اک عیب سے وہ غرض بیخطر

یہ گھوڑا جو اُس گل کی تھا بخشش کا / فلک سیر تھا نام اُس رخش کا

سرِ شام وہ بینظیر جہان / اُسی رخش پر ہوکے جلوہ کنان

ہر اک طرف سے ہو گذرتا تھا وہ / وہی اک پہر سیر کرتا تھا وہ

پہر جبکہ بجتا تو پھرتا شتاب / کہ پھر قہر تھا ماہرخ کا عتاب

داستان وارد ہونے مین بینظیر کے باغ مین بدر منیر کے

کدھر ہی تو اے ساقیِ شوخ رنگ / کہ آیا ہون مین بیٹھے بیٹھے تنگ

پلا مجھ کو دارو کوئی تیز و تند / کہ ہوتا چلا ہے مرا ذہن کند

مرے توسنِ طبع کو پر لگا
مجھے یان سے لیچل فلک پر اُڑا

سنو ایک دن کی یہ تم واردات
اُٹھا سیر کو بینظیر ایک رات

ہوا ناگہان اُسکا اک جا گذر
سُہانا سا اک باغ آیا نظر

سفید ایک دیکھی عمارت بلند
کہ تھی نور مین چاندنی سے دوچند

وہ چھِٹکی ہوئی چاندنی جا بجا
وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا

وہ نِکھرا فلک اور وہ مہ کا ظہور
لگا شام سے صبح تک وقتِ نور

یہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ
اُترا اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا

لگا جھانکنے اُس مکان کے تئین
کہ دیکھون تو یان کوئی ہی یا نہین

جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر
کہ سب کچھ گیا اُسکے جی سے گذر

کہا جی سے اب تو جو کچھ ہو سو ہو
ذرا چل کے اس سیر کو دیکھ لو

یہ کہہ نیچے اُترا دبے پانوُن وہ
نظر سے بچائے ہوے چھانوُن وہ

الگ کھول ہاتھون سے وانکے کواڑ
چلا سایہ سا یہ درختون کی آڑ

تھے اک طرف گنجان باہم درخت
کہ لپٹے ہون جس طرح مشتاق سخت

لگا وان سے چھپ چھپ کے کرنے نظر
درختون سے جون ماہ ہو جلوہ گر

جو دیکھی تو صحبت عجب ہی وہان
عجب چاندنی ہی عجب ہی سمان

عجب صورتین اور طرفہ محل
چلا دیکھتے ہی دل اُسکا نکل

ملی جنس کی اپنی اُس کو جو بو
لگا تکنے حیرت سے ہر ایک سو

نظر آئی واں چاندنی کی بہار
کہ آنکھوں نے کی خیرگی اختیار

در و بام یک لخت سارے سفید
ہر اک طاق محرابِ صبحِ امید

مغرق زمیں پر تمامی کا فرش
جھلک جسکی لے فرش سے تا بعرش

زمیں کا طبق آسماں کا طبق
سنہرے رپہلے ہوں جیسے ورق

بلوریں دھرے ہر طرف سنگ فرش
کہ جس سے منور رہے رنگ فرش

گئی اس کے عالم پہ جسدم نگاہ
اور آئی نظر اس میں اک رشکِ ماہ

طرح اسکی ہر دل کو مانوس تھی
کہ گویا وہ شیشے میں فانوس تھی

کہیں دیکھ اسکے تئیں ہوشمند
پری کو کیا ہیگا شیشے میں بند

ہر اک سمت واں نور کا ازدحام
لگے آئینے قدِ آدم تمام

لپیٹے ہوئے بادلوں سے درخت
زمیں وہ ہوا صاحبِ تاج و تخت

ملبب وہ چوپڑ کی پاکیزہ نہر
پڑے چشمۂ ماہ سے جس میں لہر

لبِ نہر پر صاف جو غور کی
تو پٹری تھی وہ ایک بلور کی

پڑے اس میں فوارے چھٹتے ہوئے
ہوا پیچ موتی سے لٹتے ہوئے

مقرض پڑا اس میں مقیش جو
گرا ماہ واں رشک سے پرزے ہو

لیے گود مقیش چھوٹے پڑے
ہر اک جا ستارے اڑاویں کھڑے

غرض اپنی صورت سے تاروں کو توڑ
زمیں کو فلک کا بنایا تھا جوڑ

ہوائیں وہ جگنو سے چمکیں بہم
کلیں جلوۂ مہ کو زیرِ قدم

فقط چاندنی مین کہان طور یہ
کہ طرہ نہ جب تک ملے اور یہ

زمانہ زر افشان ہوا زر فشان
زمین سے لگا تا سما زر فشان

گل و غنچہ زرین و تاج خروس
زمین چمن سب جبین عروس

خرامان زری پوش ہر ماہوش
کرین دیکھ کر مہر و مہ جن کو غش

کھڑا ایک نمگیرہ زر نگار
کہ تھے جسکی جھالر پہ موتی نثار

جڑاؤ وہ استادے الماس کے
ڈھلے ایک سانچے کے اک اس کے

کھنچی ڈوری ہر طرف زرتار کی
لڑی جون کناری کے ہون ہار کی

کہون کیا مین جھالر کی اُسکے پھبن
کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن

مغرق بچھی مسند اک جگمگی
کہ تھی چاندنی جسکے قدمون لگی

نہ چھولے سماتے تھے تکیے دھرے
کہ تھے وہ فقط حسن ہی سے بھرے

بلورین صراحی وہ جام بلور
دل و دیدہ وقف تماشاے نور

زمین نور کی آسمان نور کا
جدھر دیکھو ادھر سمان نور کا

چمن سارے داؤدیون سے بھرے
جو انان شبو کے ہر جا پرے

ستارون کا مہتاب مین حال یون
کہ جون نہر مین پانی کے قطرے ہون جو

اگر کیجیے سایہ اوپر نگاہ
تو ہے وہ بھی جون سایۂ مہر وماہ

کرے ہے نگہ جس طرف کو گذر
بجز نور آتا نہین کچھ نظر

کرون کون سے حسن کو انتخاب
ہر اک آئینہ مین وہی ماہتاب

نظر جس طرف جائے نزدیک و دور / اُسی ایک مہ کا ہے ہر جا ظہور
نکل اپنی وحدت سے کثرت مین آ / وہی نور ہے جلوہ گر جا بجا
نئے رنگ سے ہر طرف ماہتاب / وہی ایک نکتہ کہ جس کی کتاب
حقیقت کی لیکن بصارت بھی ہو / کہ دیکھے نہ اُس کے سوا غیر کو

داستان تعریف بدر منیر اور عاشق ہونا بینظیر کا

گلابی مرے سامنے سا قیا / مہِ چاردہ کو دکھا کر پلا
کہ دیکھے سے جسکے ہو دل کو سرور / نظر کام کر جائے نزدیک و دور
کرون اُس مکان کے مکین کا بیان / کہ ہے بعدِ خاتم نگین کا بیان
وہ مسند جو تھی موج دریائے حُسن / وہان دیکھی اک مسند آرائے حُسن
برس پندرہ ایک کا سن و سال / نہایت حسین اور صاحب جمال
دبے کُہنی تکیے پہ اک ناز سے / سرِ نہر بیٹھی تھی انداز سے
خواصین کھڑین ایدھر اودھر تمام / ستارون کا جون ماہ پُر ازدحام
وہ بیٹھی تھی سج دھج بنائے ہوئے / دل اُس چاندنی پر لگائے ہوئے
اُدھر آسمان پر وہ رخشندہ مہ / اِدھر یہ زمین پر مہِ چاردہ
پڑا عکس دونون کا جو نہر مین / لگے لوٹنے چاند ہر لہر مین
نظر آئے اتنے جو اکبار چاند / زمانے کے منھ کو لگے چار چاند
عجب طرح کا حُسن تھا جانفزا / کہ مہ روبرو جسکے تھا تھک رہا

کرون اُسکی پوشاک کا کیا بیان
فقط ایک پشواز آبِ روان

زبس موتیون کی تھی سنجاف کُل
کہے تو وہ بیٹھی تھی موتی مین تُل

اور اک اوڑھنی جون ہوا یا حباب
جسے دیکھ شبنم کو آوے حجاب

صباحت صفا اُس مین جھلکی ہوئی
پڑی سر سے کاندھے پہ ڈھلکی ہوئی

گریبان مین تُکمہ اک الماس کا
ستارہ سا مہتاب کے پاس کا

وہ کُرتی وہ انگیا جواہر نگار
نیا باغ اور ابتدا کی بہار

جھلک پائجامے کی دامن سے یون
کہ روشن ہو فانوس مین شمع جون

صفائی یہ پوشاک کی دیکھیو
نظر سوچ مین ہے کہ میلی نہ ہو

وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن
وہ بازو پہ ڈھلکے ہوے نورتن

جڑاؤ وہ بالے کہ ہالے کا رشک
وہ موتی کے مالے کہ عاشق کا اشک

وہ آنکھون کی مستی وہ مژگان کی نوک
کرن پھول کی اور بالے کی جھوک

وہ موتی کا دُلڑا وہ موتی کا ہار
سدا اشک غمدیدہ جس پر نثار

لگا دُھکدُھکی پچلڑا است لڑا
سراسر گلے حسن اُس کے پڑا

جڑاؤ دمکتی وہ چنپا کلی
رہے جس سے الماس کو بیکلی

تلے اُسکے موتی لگے گرد کُل
کہ جون شبنم آلودہ ہو برگ گُل

جہانگیر یون کا کرون کیا بیان
کہ اُٹھتی تھی ہاتھون سے جسکے فغان

جواہر سے مینے کی ہیکل جڑی
کمر اور کولے کے نیچے پڑی

فقط موتیون کی پڑی پائزیب — کہ جسکے قدم سے گھر پائے زیب
کسی کے کہان ہاتھ وہ پانون آے — جو اہر جہان پانون پڑ پڑکے جاے
سراپا اگر ہو زبان میرا تن — سراپا مین اُسکے کرون کیا سخن
سب اعضا بدن کے موافق درست — ہراک کام مین اپنے چالاک و چست
جہان راستی چاہیے راستی — کجی جس جگہ چاہیے وان کجی
وہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھاے — وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آے
جو کچھ چاہیے ٹھیک نک سک سے انگ — نزاکت بھرا سیوتی کا سا رنگ
کچھ اک تمکنت اور کچھ اک بانکپن — غرض ہر طرح مین انوکھی پھبن
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن مین — غرض دلبری اُسکے فرمان مین
تغافل حیا ناز شوخی غرور — ہراک اپنے موقع سے وقتِ ضرور
تبسم تکلم ترحم ستم — موافق ہراک حوصلے کے کرم
وہ ابرو کہ محراب ایوانِ حُسن — جُھکی شاخ نخلِ گلستانِ حُسن
نگہ آفت و چشم عینِ بلا — مژہ دین صفون کو اُلٹ برملا
دُرِ گوش جب اُسکا تابندہ ہو — صدف کا دل صاف شرمندہ ہو
وہ بینی کہ جس کی نہین کچھ نظیر — ہو انگشت قدرت کی سیدھی لکیر
وہ رخسار نازک کہ ہو جاے لال — اگر اُسپہ بوسے کا گذرے خیال
نہین رطب و یابس کا یان کچھ حساب — بیاضِ گلو سب کی سب انتخاب

وہ ساعد وہ بازو بھرے گول گول — برابر ہو الماس کے جن کا مول

وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب — شفق مین ہو جون پنجۂ آفتاب

از بس مثل آئینہ تھا اُسکا تن — کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن

کمر کو کہون کیونکہ مین اُس کی ہیچ — نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا پیچ

وہ زانو کہ آجاے گر اُسپہ ہاتھ — رہے عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ

وہ ساق بلورین وہ انداز پا — پھرے ہر سحر چشم دل مین سدا

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام — قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

وہ اٹکھیلیان اور اُسکی وہ چال — کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال

بنا کبک کیسی ہی گو چال لاے — کہان پر وہ رفتار کو اُسکی پاے

الگ چال اُسکی کوئی کیا سے چلے — یہ انداز سب اُسکے پائون تلے

عجب پشت پا صاف انگشت پا — کف پا دکھاوے سر پشت پا

مغرق جواہر سے اک جفت کفش — نہ وہ مفت پا بلکہ پامفت کفش

یہ قدرت کا دیکھا جو اُسنے خیال — کہا شاہزادہ نے یا ذوالجلال

درختون سے وہ دیکھتا تھا نہان — کسی کی نظر جا پڑی ناگہان

جو دیکھین تو ہے اک جوان حسین — درختون کی ہے اوٹ ماہ مبین

یہ چرچا جو پھیلا تو ظاہر ہوا — ہر اک حال سے اُسکے ماہر ہوا

یہ سُن ایک سے ایک ان سب کی سب — پھرین برگ گل کی طرح غنچہ لب

جو دیکھیں تو شعلہ سا روشن ہے کچھ
درختون کا روشن سا آنگن ہے کچھ

کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا
کسی نے کہا چاند ہی یان چھپا

کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن
کسی نے کہا ہو قیامت کا دن

لگی کہنے ماتھا کوئی اپنا کوٹ
ستارہ پڑا ہو فلک پر سے ٹوٹ

ہوئی صبح شب کا گیا اُٹھ حجاب
درختون مین نکلا ہے یہ آفتاب

کسی نے کہا دیکھیو اے بُوا
کھڑا ہے کوئی صاف یہ مرد وا

کسی نے کہا یہ تو دلدار ہے
کسی نے کہا کوئی اسرار ہے

یہ آپس مین باتین جو ہونے لگین
اشارون سے گھاتین جو ہونے لگین

لگی بات یہ شاہزادی کے گوش
یہ سنتے ہی جاتا رہا اُسکا ہوش

کہا مین تو دیکھون یہ کہکر اُٹھی
گیا سنسنا جی تو رہکر اُٹھی

خواصون کے کاندھے پہ دھر اپنا ہاتھ
عجب اک ادا سے چلی ساتھ ساتھ

کچھ اک خوف سے ہول کھاتی ہوئی
دھڑک اپنے دل کی مٹاتی ہوئی

لگی ہمدمین تھین جو کچھ کچھ پڑھین
دعائین وہ پڑھ پڑھ کے آگے بڑھین

گئین جب وہ کرکے دل اپنا کرخت
وہان جس جگہ تھے وہ باہم درخت

جو دیکھین تو ہے اک جوانِ حسین
کھڑا ہے وہ آئینہ سا مہ جبین

سرکنے کی وان سے نہ جاگہ نہ ٹھانون
دیے جی عشق نے گاڑ پانون

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن
مرادون کی راتین جوانی کے دن

نئی پشت لب سے مسون کی نمود
جسے دیکھ نیلا ہو چرخ کبود

گلے مین پڑا نیمہ شبنم کا ایک
بدن سے عیان نور عالم کا ایک

تمامی کی سنجاف جلوہ کنان
کہ جون عکس مہ زیر آب روان

طرحدار اک سر پہ چھینٹا سجا
تمامی کا پٹکہ کمر سے بندھا

عجب پیچ سے پیچ بیٹھے تھے مل
کہ ہر پیچ پر پیچ کھاتا تھا دل

جواہر کا تکمہ گلے مین لگا
ستارہ ہو جون صبح کا جگمگا

وہ موتی کا لٹکن زمرد کی مٹر
لٹک جسکی زیبندہ دستار پر

وہ گورا بدن صاف ترکیب وار
بھرے ڈنڈ پر نورتن کی بہار

اک الماس کی ہاتھ انگشتری
سراسر حنا دست و پا مین لگی

عیان چستی و چابکی گات سے
نمود جوانی ہر اک بات سے

بدن آئینہ سا دمکتا ہوا
گل باغ خوبی لہکتا ہوا

اکڑ زلف کی اور کاکل کا بل
جوانی کی شب کا سمان برمحل

قیافے سے ظاہر سراپا شعور
جبین پر برستا شجاعت کا نور

وے عشق کی تیغ کھائے ہوے
کھڑا دل کسی پر لگائے ہوے

یہ عالم جو دیکھا تو غش کر گئین
وہ جتنی کہ آئی تھین سب مر گئین

شتابی سے جا کر کہا وانکا حال
کہ اے شاہزادی صاحب جمال

عجب سیر ہے سیر مہتاب مین
یہ عالم تو دیکھا نہین خواب مین

کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم
جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم

اُٹھا پائے گلگوں کو جلد اے نگار
نہ جائے کہیں ہاتھ سے یہ بہار

نہیں اور کچھ تم نہ کیجو ہراس
چلی آؤ ٹک ان درختوں کے پاس

گئی اُس جگہ جب یہ بدرِ منیر
اور اُس نے جو دیکھا شہِ بےنظیر

گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل
نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل

غرض بےنظیر اور بدرِ منیر
گئے دونوں آپس میں ہو کر اسیر

رہی کچھ نہ تن من کی سُدھ بُدھ اُسے
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سُدھ اُسے

تھی ہمراہ اک اُس کے دختِ وزیر
نہایت حسین اور قیامت شریر

زبس تھی ستارہ سی وہ دلربا
اُسے لوگ کہتے تھے نجم النسا

شتابی سے لا اُس نے چھڑکا گلاب
تب آئی مہ جبیں ذرا اُن کے تاب

وہ اُٹھتے تو اُٹھی پہ حیران سی
گلِ شبنم آلودہ گریان سی

وہ شہزادہ دل شدہ تو ٹھٹھک
وہیں رہ گیا نقشِ پا سا ٹھٹک

وہ نازنین کچھ جھجک منھ چھپا
گئی اور چوٹی کا عالم دکھا

چلی اُس کے آگے سے منھ موڑ کر
وہیں نیم بسمل اُسے چھوڑ کر

وہ گُدّی وہ شانے وہ پشت و کمر
وہ چوٹی کا کوٹے پہ آنا نظر

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف میں

پلا ساقیا ساغرِ مشک بو
کہ ہے مجھ کو درپیش تعریفِ مو

سر شام سے دے یہانتک شراب
کہ مستی مین دیکھون رخِ آفتاب

کرون اسکے بالون کا کیا مین بیان
نہ دیکھا کسی رات مین یہ سمان

وہ زلفین کہ دل جس مین الجھا رہے
الجھنے سے جی جنکے سلجھا رہے

وہ کنگھی وہ چوٹی کھنچی صاف صاف
کناری کا پیچھے چمکتا موباف

کہون اسکی خوبی کا کیا رنگ ڈھنگ
کہ جون آخری شب ہو چھٹکے کا رنگ

نمایان تھی یون اوڑھنی سے جھمک
کہ جون ابر مین برق کی ہو چمک

موبافِ زری نے کیا ہی غضب
دیا ہے گرہ دن کو دنبال شب

سنگارون مین وہ سب سے ہی گو اتار
یہ کہتے ہین چوٹی کا اس کو سنگار

نہ ہو کیونکہ چوٹی کا رتبہ بڑا
کہ اک نور ہے اسکے پیچھے پڑا

گل و سنبل اسپر سے قربان ہے
کہ اسکی لٹک مین عجب آن ہے

لڑی تھی زبس سحر سے اسکی سانٹھ
شب و روز کو دے رکھا اسنے گانٹھ

وے ہاتھ آنا ہے اسکا کٹھن
کہ ہے فی الحقیقت وہ کالے کا من

الٹ کر نہ دیکھے اسے ہوشیار
کہ وہ اک ستارہ ہے دنبالہ دار

وہ پیٹھ اسکی شفاف آئینہ سان
تس اوپر وہ چوٹی کا پڑنا وہان

کہون اسکے عالم کا کیا ماجرا
کہ جون ہو وے دریا پہ کالی گھٹا

بھری تھی دلون سے زبس اسکی مانگ
بہت دل لیے اسکی کنگھی نے مانگ

دلِ عاشق اسپر سے قربان ہے
کہ مشاطہ کا سر پہ احسان ہے

کشاکش مین تھا ورنہ جینا تو ہیچ
بھلے کو رکھا اُسنے ڈھیلا ہی پیچ

غرض حُسن کا اُسکے ہی سب یہ بھید
جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید

کرے سُرخ جو کوئی اُس مین موباف
کرے خونِ دل اپنا اُسکو معاف

کیا قتل گو اُسنے دل کو تو کیا
شفق کا نہین شام پر خونبہا

کہانتک کہون اُسکی چوٹی کی بات
کہ تھوڑا ہی سانگ اور بڑی ہی یہ رات

دیا شعر کو گرچہ ہر بار طول
ولیکن یہ ہو عرض میری قبول

بہت موشگافی جو کی مین نے یان
گھٹانے کی جاگہ نہ تھی درمیان

تس اوپر جو پوری نہ بیٹھی مثال
ہوئی ہے مری فکر مجھپہ وبال

اب اس پیچ سے باہر آتا ہون مین
سماں ایک ناز دکھاتا ہون مین

غرض وہ پری جب دکھا اپنے بال
تو گویا کہ مارا محبت کا جال

ادائین سب اپنی دکھاتی چلی
چھپا مُنھ کو اور مُسکراتی چلی

غضب مُنھ پہ ظاہر کیے دل مین چاہ
نہان آہ آہ اور عیان واہ واہ

یہ ہے کون کمبخت آیا یہان
مین اب چھوڑ گھر اپنا جاؤن کہان

یہ کہتی ہوئی آن کی آن مین
چھپی جا کے وہ اپنے دالان مین

دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب
چھپا ابر تاریک مین آفتاب

کہ اتنے مین آئی وہ دُختِ وزیر
لگی ہنس کے کہنے کہ بدرِ منیر

مجھے چوچلے تو خوش آتے نہین
ترے ناز بیجا یہ بھاتے نہین

مری طرف ٹک دیکھ تو ہائے ہائے
مثل ہی کہ من بھائے مُنڈیا ہلائے

کیا ہے اگر تو نے گھائل اُسے
تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اُسے

ٹک اک حظ اُٹھا زندگانی کا تو
مزہ دیکھ اپنی جوانی کا تو

مئے عیش کا جام اب نوش کر
غمِ دین و دنیا فراموش کر

یہ حُسن و جوانی یہ جوش و خروش
غفور است ایزد تو ساغر بنوش

کہان یہ جوانی کہان یہ بہار
یہ جوبن کا عالم رہے یادگار

سدا عیش دوران دکھاتا نہین
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین

سبھی یون تو دنیا کے ہین کاروبار
ولے حاصلِ عمر ہے وصلِ یار

خوشا وہ زمانہ کہ دو اک جگہ
کہین یک دگر جلوۂ مہر و مہ

کہان چاہ والے ہین یوسف عزیز
ارے باولی چاہ مین کر تمیز

ترے گھر مین آیا ہی مہمان غریب
یہ ہی واردات عجیب و غریب

شتابی سے مجلس کو تیار کر
تو اس گُل سے گھر رشکِ گلزار کر

بُلا ساقیانِ گل اندام کو
نگہ ساتھ گردش مین لا جام کو

شب و روز پی مل کے جام شراب
مہ و مہر کو رشک سے کر کباب

یہ سُن سُن کے وہ نازنین مسکرا
لگی کہنے اچھا بھلا ری بھلا

مین سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر
بہانے تو کرتی ہی کیون مجھ پہ دھر

لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہوش
ہوئی تجھی اُسے دیکھ مین ہی تو غش

تمھین نے تو چھڑکا تھا مجھ پر گلاب
بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

یہ آپس مین رمزون کی باتین ہوئین
اشارون کی باہم جو گھاتین ہوئین

بلا لائی جا اُس جوان کے تئین
کیا میزبان میہمان کے تئین

بلا اک مکان مین بٹھایا اُسے
محل کا سمان سب دکھایا اُسے

پھر اُس نازنین نے پکڑ اُسکا ہاتھ
بٹھایا ہی لا آخر اُس گل کے ساتھ

ملاقات کرنا بدر منیر کا بنیظیر سے

پلا ساقیا مجھ کو صہبائے عیش
ملی ہی نصیبون سے یان جائے عیش

بہم مل کے بیٹھے ہین دو رشک مہ
قرانِ مہ و مہر ہے اس جگہ

ہر اک برج رشکِ گلستان ہی آج
بہارِ وصالِ غریبان ہے آج

بزور اُس کو لا کر بٹھایا جو وان
نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کا بیان

وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے
بدن کو چرائے ہوئے ناز سے

منھ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے
لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے

پسینے پسینے ہوا سب بدن
کہ جون شبنم آلودہ ہو یاسمن

گھڑی دو تلک وہ مہ و آفتاب
رہے شرم سے بارے بندِ حجاب

اُٹھون کے رُکے نت بیٹھنے سے خفا
ہوئی دل مین اپنے وہ نجم النسا

گلابی کو لا اُس کے آگے دھرا
پیالے کو پھر جلد اُس نے بھرا

کہا شاہزادی کو بیٹھی ہے کیا
یہ پیالہ تو اُس بُت کے مُنھ سے لگا

ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو | لب لعل شیرین کو ٹک کھول تو
مین صدقے ترے تجھ کو میری قسم | کئی ساغر اُس کو پلا دمبدم
یہ دیکھ اُسکی منت پیالہ اُٹھا | اُدھر سے پھرا منھ کو اور مسکرا
کہا بادہ نوشی سے ہو جسکو ذوق | پیے وہ پیالہ نہین اُسکا شوق
کہا شاہزادے نے ہنسکر کے یون | پیون مے کسی کے نہورے سے کیون
غرض ہو گئے آپس مین راز و نیاز | پیے دو پیالے بصد امتیاز
پھر آخر کو شہزادہ نے بھی اُٹھا | دیا ساغر اُس مہ کے مُنھ سے لگا
جب آپس مین چلنے لگے جام مُل | مُندے غنچہ سان دل کھلے مثل گُل
ہوئی یکدگر پھر تو تفتیش حال | لگی ہونے آپس مین قال و مقال
کھلا بند جس دم در گفتگو | جوان نے حقیقت کہی مو بمو
کہی ابتدا سے جو گذری تھی سب | جتایا سب اپنا حسب اور نسب
پری کا بھی احوال ظاہر کیا | چھپے راز سے اُس کو ماہر کیا
کہا اک پہر کی ہے رخصت مجھے | زیادہ نہین اس سے فرصت مجھے
یہ سُن دل ہی دل بیچ کھا پیچ و تاب | دیا شاہزادی نے اُسکو جواب
سُنو تم پری پر وہ تم پر مرے | بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے
مین اس طرح کا دل لگاتی نہین | یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہین
عبث تم سے کیون دل لگاوے کوئی | بھلے چنگے دل کو جلاوے کوئی

نہ ہے شمع ساں کیوں کوئی اشک سے
جلے کس لیے آتش رشک سے

یہ سن پانوں پر گر پڑا بے نظیر
کہا کیا کروں آہ بدر منیر

کوئی لاکھ جی سے ہو مجھ پر فدا
میں تجھ پر فدا ہوں مجھے اس سے کیا

کہا چل سر اپنا قدم پر نہ دھر
کسی کے مجھے دل سے کیا ہے خبر

یہ رمز و کنائے جو ہونے لگے
تو آپس میں ہنس ہنس کے رونے لگے

رہی دل ہی دل میں غرض دل کی بات
پہر بھر گئی اتنے عرصہ میں رات

خبر رات کی سن اٹھا بے نظیر
کہا اب میں جاتا ہوں بدر منیر

اگر قید سے چھوٹنے پاؤنگا
تو پھر آج کے وقت کل آؤنگا

یہ مت سمجھیو ہوں میں آرام میں
کروں کیا پھنسا ہوں عجب دام میں

دل اس جا سے اٹھنے کو کرتا نہیں
کوئی آپ سے جان مرتا نہیں

کرم مجھ پہ رکھیو ذرا میری جان
میں دل چھوڑے جاتا ہوں اپنا یہاں

یہ کہہ اس طرف وہ روانہ ہوا
دل اس طرف اسکا دوانہ ہوا

گیا اپنے معمول سے بے نظیر
ادھر کا ہوا قیدی اودھر اسیر

پری ساتھ کاٹی وہ جوں توں کی رات
اٹھا صبح ملتا ہوا اپنے ہات

سماں شب کا آنکھوں میں چھایا ہوا
مزہ دل میں سارا سمایا ہوا

اٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب
نہ ہو وصل اور دل کو ہو اضطراب

نئی بات کا لطف پانا غضب
وہ پہلے پہل دل لگانا غضب

قلق دل پہ یعنی کٹے روز کب ملے مجھ سے شمعِ شب افروز کب

محبت مین زلفِ سیہ فام کی لگا دیکھنے راہ پھر شام کی

وہ دن ہجر کا اُسپہ شامت ہوا اُسے کاٹنا دن قیامت ہوا

ادھر کا تو احوال تھا اس طرح کہا مین نے کر مختصر جس طرح

ذرا اب سنو تم اُدھر کا بیان ہوا طرفِ ثانی کا کیا حال وان

وہ شب اُسکو اندوہ وغم مین کٹی گھڑی جو کٹی سو الم مین کٹی

رہی صورت آنکھون مین جو یار کی ہوئی یاد مین صبح رخسار کی

کچھ امید دل مین کچھ اک جی کو یاس لبون پر ہنسی لیک چہرہ اُداس

لگا اُسکو باتون مین نجم النسا لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا

کہ تو آج کر خوب اپنا سنگار مجھے حُسن کی اپنے دکھلا بہار

لگی کہنے چل ری دِوانی نہ ہو کوئی چیز اپنی بگانی نہ ہو

کرون کس کی خاطر مین اپنا سنگار وہ ہی کون جسکو دکھاؤن بہار

غرض شاہزادی بہت دور تھی یہ شکل اُسکو پہلے ہی منظور تھی

نہا دھو کے اُس روز ایسی بنی کہ دو دن کی سیج مچ ہو جیسے بنی

وہ ملہرے کا عالم وہ کنگھی کا رنگ شبِ ماہ ہو دیکھ کر جسکو دنگ

وہ مِسّی اور اُسکے لبِ لعل فام سوادِ دیارِ بدخشان کی شام

وہ آنکھون کا عالم وہ کاجل غضب کہے تو پڑی نرگستان مین شب

ستم تس پہ سُرمے کی تحریر سے
کھنچے ہاتھ کافر کے شمشیر سے

کھٹا وہ پانون کا مسّی کے ساتھ
کہ جون دامنِ شب شفق کے ہو ہاتھ

وہ پیشواز اک ڈانک کی جگمگی
ستارون کی تھی آنکھ جس پر لگی

اور اک اوڑھنی خالی مقیش کی
پڑی چاندنی سے مہِ عیش کی

جو دیکھے وہ انگیا جواہر نگار
فرشتہ سے ملے ہاتھ بے اختیار

وہ باریک کُرتی مثالِ ہوا
عیان مو بمو جس سے تن کی صفا

ڈلک سرخ نیفے کی ابھری ہوئی
گلابی سی گرد ایک تہ دی ہوئی

مغرّق زری کا وہ شلوار بند
ثریا سے تابندگی مین دوچند

پڑی پائون مین کفش زرّین نگار
ستارون کی جس کی زمین پر بہار

لگا پا سے وہ نازنین تا بہ فرق
سراپا جواہر کے دریا مین غرق

گُتھی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن
وہ پوشاک و زیور کی اُس پر پھبن

وہ چھب تختی اُسکی نزاکت نژاد
چمن زار قدرت مین نخلِ مراد

بھری مانگ موتی سی جلوہ کنان
نمایان شبِ تیرہ مین کہکشان

وہ ماتھے پہ ٹیکے کی اُسکے جھلک
سحر چاند تارون کی جیسے چمک

ہوس ہو نہ دیکھ اُسکے زیور کو پھر
کہے تو کہ ٹیکا تھا سب اُسکے سر

وہ بالے کی تابندگی زیرِ گوش
جسے دیکھ اُڑ جائین بجلی کے ہوش

وہ ہیرے کا تکمہ بصد آب و تاب
وہ صبحِ گلو مطلعِ آفتاب

وہ مکھڑے پہ چنپا کلی کی پھبن
کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن

وہ چھاتی پہ الماس کی دُھگدُگی
رہی آنکھ سورج کی جسپر جُھکی

وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوے
رہین دل جہان سر پٹکتے ہوے

وہ الماس کی ہیکل اک خوش نما
تصور رہے جسکا دل سے لگا

وہ بھُجبند بازو کے اور نورتن
کہ جون گُل سے ہو شاخ زیبِ چمن

وہ پونہچی زمرد کی اور دست بند
نزاکت مین تھی شاخ گُل سے دوچند

وہ لعلون کی پازیب آویزہ دار
سدا اشک خونین ہو جس پر نثار

وہ مینے کے پاٶن مین چھلّے تھے گُل
کہ آنکھونسے دل اُنپہ کھاتے تھے گُل

وہ بالون کی بو رشک مشکِ ختن
وہ ڈوبا ہوا عطر مین اُسکا تن

زمین سے معطر ہوا تا فلک
زمانہ گیا اُس کی بو سے مہک

کیا اس طرح سے جب اُسنے سنگار
ہوے مہر و مہ اُسکے مُنھ پر نثار

فلک تک گئی حُسن کی اُسکے دھوم
لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم

خواصون نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

بچھا فرش اور کر چھپرکھٹ کو صاف
مرصع کا اُس پر اُڑھا کر غلاف

وہ نرگس کے دستے جو آفاق مین
نہ نکلین سو لاکر چُنے طاق مین

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
کہ بیجا وے بو اُنکی گل پر شرف

دھرے لخلخے خاص ایوان مین
ہوا ہو گئی عطر دالان مین

دھری کیاریاں اک طرف بیشمار
چنی اک طرف ڈالیوں کی قطار

اچار و مربے دھرے خوشنما
وہ باہر کے دالان میں جا بجا

چھپرکھٹ کے پاس ایک مسند بچھا
اور اُس پر تمامی کے تکیے لگا

چنگیریں بنا اور رکھ پاندان
قرینے سے اُس میں رکھے ہار پان

کئی عطر دان وان مرصع دھرے
انوکھی گڑھت کے کئی چوگھڑے

سرھانے مجلد دھری اک کتاب
ظہوری نظیری کا کل انتخاب

دھری اک بیاض اور رشکِ چمن
پُر از شعرِ سودا و میر و حسن

قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
قرینے سے زیرِ چھپرکھٹ دھرا

دھرا اک طرف گنجفہ خوش قماش
دھری چوپڑ اک طرف کو غم تراش

بچھی ایک چوکی پڑا تورہ پوش
کریں دیکھ کر غش جسے بادہ نوش

صراحی و ساغر شراب و کباب
دھرا اُس پہ ساقی نے کر انتخاب

وے اُسکو رکھا چھپائے ہوئے
کہ چھوٹے نہیں منھ لگائے ہوئے

کہا خاصہ پز کو خبردار کر
کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

یہ سب کچھ ہوا جبکہ آراستہ
خراماں ہوئی سروِ نوخاستہ

سرِ شام لی ہاتھ میں اک چھڑی
ولیکن چھڑی وہ کہ جگنو جڑی

روش پر لگی پھرنے ایدھر اُدھر
کہ چھپ جائے سورج اُسے دیکھ کر

داستان بے نظیر کے آنے کی اور باہم صحبت کرنے کی

پلا مجھ کو ساقی شرابِ وصال ۔ کہ اب ہجر سے تنگ ہی میرا حال
تڑپتا تھا ادھر جو وہ بینظیر ۔ ہوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر
پر اُسنے بھی اتنا تکلف کیا ۔ کہ اکدن مین جوڑے کو دھانی رنگا
تمامی کی سنجاف سے کر درست ۔ بنا جلد جلد اور پہن تنگ وچست
پہن لعل و یاقوت کے نورتن ۔ وہ گل اس طرح ہو کے رشکِ چمن
فلک سیر پر ہو شتابی سوار ۔ ہوا آسمان پر ہوا ایک بار
یکایک جو وارد ہوا اُس جگہ ۔ کہ جس جا خرامان تھی وہ رشکِ مہ
نظر نازنین کی جو اُسپر پڑی ۔ ہوئی جا درختون کی اوجھل کھڑی
کیا چھپ کے عالم پہ اُسکے جو دھیان ۔ تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان
کہ دھانی ہے جوڑا گلے مین پڑا ۔ چھپا سبزے مین چاند سا ہے کھڑا
کہے تو کہ شب چاندنی آن کے ۔ نکالا ہی منھ کھیت سے دھان کے
وہ حُسن اور پوشاک اور وہ شباب ۔ زمرد مین جون جلوۂ آفتاب
سمان دیکھ اُس شعلۂ سبز کا ۔ ہوئی اور جلنے کی اُسکو ہوا
خواصین جو تھین دم بخود جانکر ۔ کہا ایک ہمراز نے آن کر
کہ اب کس طرف انکو لیجائیے ۔ جہان حکم ہو جا کے بٹھلائیے
کہا وہ جو آراستہ ہے مکان ۔ ادھر سے تو وون ہو کے لیجا وہان
کہے کے بموجب اُٹھا کر نقاب ۔ چھپا اُسکو وان لا بٹھایا شتاب

وہ بیٹھا جو خلوت مین آ بےنظیر — اور ادھر سے آئی جو بدرِ منیر

اُسے دیکھ اُسنے تو پھر غش کیا — لباس اور زیور سے عش عش کیا

زبس حوصلے نے جو تنگی سی کی — حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی

پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اُسے — محبت کے رشتہ سے اینچا اُسے

لگی کہنے ہے ہے مرا چھوڑ ہاتھ — یہ گرمی ہی جس سے رہے اُسکے ساتھ

کہا ہاے پیاری جلایا مجھے — رکھائی نے تیری ستایا مجھے

ارے ظالم اک دم تو تو بیٹھ جا — ذرا میرے پہلو سے تکیہ لگا

تڑپتا ہے کب سے پڑا میرا دل — ذرا کھول آغوش اور مجھ سے مل

غرض آخرش بعد راز و نیاز — وہ مسند پہ بیٹھی بصد امتیاز

ہوا پھر تو صہباے گلگون کا دور — ہوے اور ہی اور کچھ وانکے طور

ہوے جب وہ بدمست دو ماہرو — لگی اُن مین ہونے عجب گفتگو

کہ دستے جو نرگس کے تھے وان ہزار — لگے ڈھانپنے آنکھ سب بے اختیار

خواصین جو تھین روبرو ہٹ گئین — بہانے سے ہر کام کے بٹ گئین

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو — چھپرکھٹ مین لیٹے ہم آغوش ہو

لیا کھینچ اُنھون نے جو پردہ شتاب — چھپے ایک جا دو مہ و آفتاب

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ — درِ حُسن کے کھل گئے دو کواڑ

لگے پینے باہم شرابِ وصال — ہوے نخلِ امید سے وہ نہال

لبون سے ملے لب دہن سے دہن ‌ ‌ ‌ دلون سے ملے دل بدن سے بدن

لگی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو ‌ ‌ ‌ گئین حسرتین دل کی پامال ہو

لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ ‌ ‌ ‌ چلے ناز و غمزہ کے آپس مین ہاتھ

کسی کی گئی چولی آگے سے چل ‌ ‌ ‌ کسی کی گئی چین ساری نکل

غم و درد دامن کشیدہ ہوے ‌ ‌ ‌ وہ گل نارسیدہ رسیدہ ہوے

اُٹھے پی کے باہم شرابِ امید ‌ ‌ ‌ کوئی سُرخ رو اور کوئی روسپید

چھپرکھٹ سے باہر رکھ اپنے قدم ‌ ‌ ‌ نکل آئے بھرتے محبت کا دم

نشئے سے وہ لذت کے بیہوش ہو ‌ ‌ ‌ گئے بیٹھ مسند پہ خاموش ہو

عرق مین ادھر غرق وہ مہ جبین ‌ ‌ ‌ کیے آنکھین نیچی اُدھر نازنین

یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم ادھر ‌ ‌ ‌ کہ اتنے مین اودھر سے باجا پہر

پہر کے وہ بجتے اُٹھا بینظیر ‌ ‌ ‌ ہوئی غم کی تصویر بدرِ منیر

نہ بولی نہ کی بات نہ کچھ کہا ‌ ‌ ‌ نہ دیکھا اُدھر آنکھ اپنی اُٹھا

کہا مجھ سے پیاری نہ بیزار ہو ‌ ‌ ‌ پھر آؤنگا بولی کہ مختار ہو

خفا اُسکے ہونے سے وہ نوجوان ‌ ‌ ‌ گیا تو ولے منھ پہ آنسو روان

ہوے دل جو دونون کے آپس مین بند ‌ ‌ ‌ لگی ہجر سے دل پہ آنے گزند

بندھا پھر تو معمول اُسکا مدام ‌ ‌ ‌ کہ ہر روز آنا ادھر وقت شام

پہر رات تک ہنسنا اور بولنا ‌ ‌ ‌ درِ حُسن اور عشق کو کھولنا

کبھی ہجر سے اُنکو ہونا ملول	کبھی وصل مین بیٹھنا پھول پھول

داستان خبر پانا ماہرخ کا زبانی دیو کے عشق بینظیر اور بدرمنیر سے اور قید کرنا بینظیر کو

پلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام	کہ ہی چرخ بھی درپئے انتقام
یہ دو دل کو یکجا بٹھاتا نہین	کسی کا اسے وصل بھاتا نہین
یہ ہے دشمنِ وصل و دلسوز ہجر	کرے ہی شبِ وصل کو روز ہجر
جدائی اُنھون کی خوش آئی اسے	پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اسے
کسی دیو نے دی پری کو خبر	کہ معشوق عاشق ہوا اور پر
یہ سُن کر وہ شعلہ بھبھوکا ہوئی	لگی کہنے آئین یہ بلا کیا ہوئی
قسم مجھ کو حضرت سلیمانؑ کی	ہوئی دشمن اب اُسکی مین جان کی
کہا دیو سے دے مجھے تو بتا	کہا وہ کسی باغ مین تھا کھڑا
کوئی نازنین سی تھی اک اُسکے ساتھ	کھڑی تھی دیئے ہاتھ مین اُسکے ہاتھ
قضارا اُڑا مین جو ہو کر اُدھر	وہ دونون مجھے وان پڑے تھے نظر
یہ اُڑتی سی اُسکی خبر سُن پری	کہا دیکھنے پاؤن اُسکو ذری
تو کھا جاؤن کچا اُسے موت ہو	لگی ہی مری وہ تو اب سوت ہو
وہ آوے تو آگے مرے نابکار	گریبان کو اُسکے کرون تار تار
یہی قول و اقرار تھا میرے ساتھ	بھلا اُسکا دامن ہے اور میرا ہاتھ
ہمارے بزرگون نے سچ ہے کہا	کہ ہے آدمی زاد کُل بےوفا

غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر | کہ اتنے مین آیا وہ رشکِ قمر
اُسے دیکھ غصے مین وہ ڈر گیا | کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
بلا سی وہ دیکھ اُسکے پیچھے لگی | کہا سُن تو اے موذی و مدعی
تجھے سیر کو مین نے گھوڑا دیا | کہ اُس مالزادی کو جوڑا دیا
الگ ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا | یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
مُچلکا دیا تھا نہ تو نے یہی | بھلا اسکا بدلا نہ لون تو سہی
پھرا جیسی راتون کو دلشاد تو | کریگا دنون کو بہت یاد تو
مزہ چاہ کا دیکھ اپنی ذرا | جھکاتی ہون کیسے کنوین رہ بھلا
تجھے جی سے مارون تو کیا ای غریب | ولے چاہتے تھے یہ تیرے نصیب
کہ چاہِ الم مین پھنساؤن تجھے | ہنسا ہے تو جیسا رُلاؤن تجھے
یہ کہہ اور بلا اک پریزاد کو | کہا سُنیو اسکی نہ فریاد کو
اسے کھینچتا یان سے لیجا شتاب | وہ صحرا جو ہی درد و محنت کا باب
کنوان اُس مین جو ہی مصیبت بھرا | کئی من کا پتھر ہے اُسپر دھرا
اسے جا کے اُس چاہ مین بند کر | وہی سنگ پھر اُسکے مُنھ پر تو دھر
سرِ شام کھانا کھلانا اسے | اور اک جام پانی پلانا اسے
نہ دیجو سوا اسکے جو کچھ کہے | یہی اسکا معمول دائم رہے
سُن دیو اُس گل کے نزدیک آ | پکڑ ہاتھ اُسکا فلک پر اُڑا

پڑی اُس پہ جو آسمانی بلا
دل اُس نازنین کا ہوا ہو چلا

ہوا یون جو اُس بخت واژون کا اوج
چلی آہ و نالہ کی ساتھ اُسکے فوج

کہا دل یہ رتبہ جو کچھ آج ہے
یہی عشق کی جان معراج ہے

کیا بند پھر جاکے اُس چاہ مین
کنوان وہ جو تھا قاف کی راہ مین

وہ یوسف کنوین مین ہوا جبکہ بند
ہوا اُس سے پستی کا رتبہ بلند

کھُلے اُس کنوین کے یکایک نصیب
کہ آیا وہ اُس مین مہِ دلفریب

منوّر وہ گھر اُسکا سارا ہوا
کنوین کی وہ پُتلی کا تارا ہوا

وہ اندھا پڑا تھا سو روشن ہوا
جوان اُس مین وہ سانپ کا من ہوا

وے پانون جب اُسکا تہ پر گیا
کنوان اُسکے اندوہ سے بھر گیا

زمین مین سمایا تحیّر سے آب
گئے سوکھ آنسو کنوین کے شتاب

ہوا وان سے اوپر گئی کانپ کانپ
کنوین نے لیا سنگ سے مُنہ کو ڈھانپ

دل اُس نازنین کا دھڑکنے لگا
جگر ٹکڑے ہو کر پھڑکنے لگا

اندھیرے اُجالے نہ نکلا تھا جو
ہوا قید آہ اُس اندھیرے مین وہ

نکلنے کی سوجھی نہ وان اُسکو راہ
ہوا اُسکی آنکھون مین عالم سیاہ

اندھیرے نے اُسکا کیا دم خفا
کہ جون لے سیاہی کسی کو دبا

فغان کی بہت اور پکارا بہت
سر اپنے کو ہر طرف مارا بہت

پکارا وہ جس جس کو فریاد کر
نہ پہونچا کوئی کاروان بھی اُدھر

نہ مونس نہ غمخوار اُسکا کوئی / نہ تھا جز خدا یار اُسکا کوئی

وہی چاہ تاریک اُسکا رفیق / وہی سنگ سر پر بجاے شفیق

ہوا بھی نہ واں جس سے دمساز ہو / کنوئین کی سُنے کون آواز کو

کنواں ہی مدام اُسکا ہمدم رہے / جو اُس سے سنے وہ ہی اُس سے کہے

کنواں اُسکو پوچھے وہ پوچھے اُسے / اندھیرے سوا کچھ نہ سوجھے اُسے

سیاہی مین جیسے ہو کافر کا دل / صعوبت مین اُس سے جہنم خجل

نہ شب کی سیاہی نہ واں دن کا نور / سدا ظلمتِ غم کا اُسجا ظہور

غم و دردِ اُلفت کو کھا جیے / لہو پانی اپنا کنوئین مین پیے

اس اندھیر کو کیا لکھون اب مین آہ / قلم کے نکلتے ہین آنسو سیاہ

نہ تھا وہ کنواں تھا ستونِ الم / نشانِ شبِ آفتِ درد و غم

کرون مختصر یان سے اس غم کی بات / لگا رہنے اُس مین وہ آبِ حیات

نہین مخلصی سوجھتی اب اُسے / نکالے خدا دیکھیے کب اُسے

پھنسا اس طرح سے جو وہ بے نظیر / پڑی بیقراری مین بدرِ منیر

بہم دو دلون مین جو ہوتی ہے چاہ / تو ہوتی ہی دل کے تئین دل سے راہ

قلق واں جو گزرا تو یان غم ہوا / رُکا جی وہان یان خفا دم ہوا

کئی دن جو آیا نہ وہ رشکِ ماہ / نظر مین ہوا اُسکی عالم سیاہ

اُسکے [illegible] آشنا سے ہوا / خدا جانے اُس شخص پہ کیا ہوا

کہا اُسنے بی تمکو سودا ہے کچھ — وہ معشوق ہے اُسکو پروا ہی کچھ

خدا جانے کس شغل مین لگ گیا — مری چیڑھ ہے اتنا بھی ہونا فدا

وہ رہ رہ کے تم کو دلاتا ہی چاہ — عبث آپ کو مت کرو تم تباہ

رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے — جھکے آپ سے وہ تو جُھک جائیے

تفول بھلا کچھ نکالا کرو — ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو

یہ سُن چُپ رہی دل مین کھا پیچ و تاب — دیا کچھ نہ اس بات کا پھر جواب

گئے اسپہ جب دن کئی اور بھی — بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی

دوانی سی ہر طرف پھرنے لگی — درختون مین جا جا کے گرنے لگی

ٹھہرنے لگا جان مین اضطراب — لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب

تپِ ہجر گھر دل مین کرنے لگی — دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگی

خفا زندگانی سے ہونے لگی — بہانے سے جا جا کے سونے لگی

تپِ غم کی شدت سے وہ کانپ کانپ — اکیلی لگی رونے مُنھ ڈھانپ ڈھانپ

نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا — نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا

جہان بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے — محبت مین دن رات گُھٹنا اُسے

کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو — تو اُٹھنا اُسے کہہ کے ہان جی چلو

جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے — تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے

کسی نے جو کچھ بات کی بات کی — یہ دن کی جو پوچھو کہی رات کی

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے | کہا خیر بہتر ہے منگوائیے
کسی نے کہا سیر کیجے ذرا | کہا سیر سے دل مرا ہے بھرا
جو پانی پلانا تو پینا اُسے | غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے
نہ کھانے کی سُدھ اور نہ پینے کا ہوش | بھرا دل مین اُسکے محبت کا جوش
چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر | وہی سامنے صورت آٹھون پہر
نہ فقط اُسی سے سوال و جواب | سدا روبرو اُسکے غم کی کتاب
جو آجائے کچھ ذکر شعر و سخن | تو پڑھنا یہ دو تین شعر حسن

غزل

یہ کیا عشق آفت اُٹھانے لگا | مرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا
ملا میرے دلبر کو مجھ سے خدا | نہین تو مرا جی ٹھکانے لگا
گنہ چشم خونبار کا کچھ نہین | مرا دل ہی مجھ کو ڈبانے لگا
فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا | کہ جسکے عوض یون رُلانے لگا
نہین مجھ کو دشمن سے شکوہ حسن | مرا دوست مجھ کو ستانے لگا
غزل یا رباعی و یا کوئی فرد | اسی ڈھب کی پڑھنا کہ ہو جس مین درد
سو یہ بھی جو مذکور نکلے کہین | نہین کچھ تو اسکی بھی خواہش نہین
سبب کیا کہ دل سے تعلق ہے سب | نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب
[illegible] اپنا ہی جیوڑا نکل | کہان کی رباعی کہان کی غزل

داستان بدر منیر کے غم و اندوہ کی اور عیش بائی کے بلانے مین

گلابی مین غنچہ کی مجھ کو شتاب ۔ پلا ساقیا کیتکی کی شراب
پیالے مین نرگس کے دے مے یہان ۔ کہ دیکھون مین کیفیت بوستان
حکایت کرون ایک دن کی رقم ۔ کہ دنیا مین توام ہین شادی و غم
اُٹھی سو کے اکدن وہ رشک پری ۔ کہا جا کے دیکھون چمن کو ذری
مگر غنچہ سان کچھ کھلے میرا دل ۔ کہ غم نے کیا ہے نپٹ مضمحل
زبس گل سے آتی ہے بو یار کی ۔ ہوا پھر ہوئی اُسکو گلزار کی
پھر ایک دن تھا کہ مُنھ ہاتھ دھو ۔ چلی اُٹھ کے دالان سے سیر کو
زمرد کا مونڈھا چمن پر بچھا ۔ وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا
کہ زانو پہ اک پانون کو دھر لیا ۔ اور اک پانون مونڈھے سے لٹکا دیا
نہ پوچھ اُسکے پائے نگارین کا حال ۔ زبان تھا وصف مین جسکے لال
کفک اور فندق سے لالہ کو داغ ۔ نہ ہوا ایسی کیفیت پایئن باغ
طلائی کڑے اور کفک کا وہ رنگ ۔ سُنہری شلوار جسکو ہو دیکھ دنگ
جواہر کے چھلّے بھرے پور پور ۔ زری کی ٹکی جیسے مخمل پہ نور
زبس سو کے اُٹھی تھی وہ نازنین ۔ پڑی تھی عجب ڈھب سے چین جبین
خماری وہ انکھیان وہ انگڑائیان ۔ وہ جوبن کے عالم کی سرسائیان
جوانی کا موسم شروعِ بہار ۔ وہ سینے سے اُسکے بکچون کا ادا

نشے مین وہ آ حسن سے کے بیٹھنا — وہ چھب تختی اپنی کو دیکھ اینٹھنا

خواص ایک حقہ لیے تھی کھڑی — کہ لالے کی پتی تھی اُس مین پڑی

وہ شیشے کا حقہ مرصع کا کام — مغرّق زری کا وہ نیچہ تمام

وے ایک اُسپر پڑا تھا جو پیچ — یہ سب اُسکے آگے تھا گویا کہ ہیچ

لبِ نازک اوپر وہ تہنال دھر — نکالے تھی پردے مین دودِ جگر

اِدھر اور اُدھر ہر طرف تھی نگاہ — کسی کی کوئی جیسے تکتا ہو راہ

خواصین کھڑی اُسکی سب گرد و پیش — جو تھین اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش

کوئی مورچھل لے کوئی پیکدان — کوئی لے چنگیر اور کوئی ہار پان

رسیلی چھبیلی بنی تنگ و چست — لباس اور زیور سے ہر اک درست

کھڑی نیچی آنکھین کیے باادب — اسی شرم سے پر قیامت غضب

وہ آنکھین کہ کرتی تھین جیدھر نگاہ — اُدھر غش مین آتے تھے سب پھول و گاہ

کئی ہمدم اُس کی جو تھین ماہرو — بچھاتی ہوئی کرسیان سو بہ سو

برابر برابر ادھر اور اُدھر — وہ گرد اُسکے بیٹھی تھین یکدگر

سمان اُس گھڑی کا کہون کیا مین آہ — ستارون مین تھا جلوہ گر ایک ماہ

عجب حُسن تھا باغ مین جلوہ گر — کہ ہر گل کی تھی اُسکے مُنھ پر نظر

چمن اُس گھڑی بر سرِ جوش تھا — گل و غنچہ جو تھا وہ بیہوش تھا

ہوا اُس عطر مین تھی وہ ڈوبی ہوئی — دوبالا ہر اک گل کی خوبی ہوئی

معطر ہوا اور گل کا دماغ — کہ مہکا تمام اسکی خوشبو سے باغ

پڑا عکس اسکا جو طرف چمن — ہوا لالہ گل اور گل نسترن

درختون پہ اسکی پڑی جو جھلک — زمرد کو دی اور اسنے چمک

ہوئی اسکے بیٹھے سے گلشن کی زیب — گیا اڑ صبا کا بھی صبر و شکیب

چمن نے جو اس گل کی دیکھی بہار — ہوا دیکھ اپنے گلون کو فگار

گل و غنچہ و لالہ آپس مین مل — لگے کہنے اس باغ کا ہے یہ دل

گئی جب سے بلبل کو گلشن کی چاہ — ہوئی سرو کی شکل قمری کو آہ

ہوے وان کے آئینہ دیوار و در — وہ مہ سب کے دل مین ہوئی جلوہ گر

کہ اتنے مین کچھ جی مین جو آ گیا — ادا سے لگی کہنے وہ دلربا

ارے ہے کوئی ہان ذرا جائیو — مری عیش بائی کو لے آئیو

عجب وقت ہے اور عجب ہے سمان — کرے دو گھڑی آ کے مجرا یہان

خفا ہون مرا جی بھی مشغول ہو — کوئی دم تو داغ جگر پھول ہو

کسی طرح سے جی تو لگتا نہین — جلے ہے جگر دل سلگتا نہین

یہ سنتے ہی دوڑی گئی اک نگار — لیا عیش بائی کو اسنے پکار

وہ آنے لگی کافر اس آن سے — کہ جانے لگا جی مسلمان سے

عجب چال سے وہ چلی نازنین — کہ مستی مین پاؤن کہین کا کہین

وہ خلقت کی گرمی وہ ڈومن پنا — نشے مین بھبوکا سا چہرہ بنا

انگلیں منھ پہ چھوٹی ہوئیں سربسر — کہ بدلی ہو جیون مہ کے ایدھر اودھر
وہ بن پونچھے ہونٹون کی مسّی غضب — کہ منھ پر تھی گویا قیامت کی شب
فقط کان مین ایک بالا پڑا — کہے تو کہ تھا مہ کے ہالا پڑا
وہ پیشواز اگری وہ نرگس کے ہار — وہ کمخواب کی بند رومی ازار
بندھا سر پہ جوڑا پڑی زرد شال — کمر کی لچک اور مٹک کی وہ چال
وہ شبنم کی انگیا بنی تنگ و چست — کنارون پہ مینا بنت کا درست
وہ اٹھی ہوئی چین پیشواز کی — وہ مسکی ہوئی چولی انداز کی
وہ منہدی کا عالم وہ توڑے چھڑے — وہ پانؤن مین سونے کے دو دو کڑے
چلی وان سے دامن اٹھاتی ہوئی — کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی
عجب ایک عالم تھا بے ساختہ — کہ عالم تھا اک اُس پہ جان باختہ
کئی کافرین اور بھی دلنواز — لیے ساتھ ساتھ اُس کے سب بنا ساز
چلین ایک اغماض و ناز سے — کھڑی وان ہوئین ایک انداز سے
روش پر جو تھا فرش اُس کے حضور — ادب سے وہان بیٹھیان مل کے دور
ہوا حکم گوری کا جو برملا — لیے ساز اپنے سبھون نے اٹھا
[illegible] آسمان پر جو طبلون کو کھینچ — ہر اک تھاپ مین دل لیا سب کا اینچ
لگی گانے ٹپا وہ اس آن سے — نکلنے لگی جان ہر تان سے
[illegible] تی تھی انداز سے — کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے

وہ تھی گلگری یا لڑی نور کی
مسلسل تھی اک پھلجھڑی نور کی

گُل و غنچہ کی طرح محبوب تھی
کھلی اور مُندی دل کی مرغوب تھی

غرض کیا کہوں اُسکا مین ماجرا
عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا

وہ گانے کا عالم وہ حُسنِ بیان
وہ گلشن کی خوبی وہ دن کا سمان

گھڑی چار دن باقی اُسوقت تھا
سُہانا ہر اک طرف سایہ ڈھلا

درختوں کی کچھ چھاؤن اور کچھ وہ دھوپ
وہ دھانون کی سبزی وہ سرسون کا روپ

لپیٹے ہوے پوستون پر تمام
رُپہلے سُنہرے ورق صبح و شام

وہ لالے کا عالم ہزارے کا رنگ
وہ آنکھونکے ڈورے نشے کا ترنگ

گلابی سا ہو جانا دیوار و در
درختون سے آنا شفق کا نظر

وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور
ہر اک جانور کا درختون پہ شور

وہ سروِ سہی اور وہ آبِ روان
وہ مستی سے پانی کا بہنا وہان

وہ اُڑتی سی نوبت کی دھیمی صدا
کہین دور سے گوش پڑتی تھی آ

وہ رقصِ بتان اور وہ ستھرے الاپ
وہ گوری کی تانین وہ طبلونکی تھاپ

وہ دل چھینا ہاتھ پر دھر کے ہاتھ
اُچھلنا وہ دامن کا ٹھوکر کے ساتھ

نہ انسان ہی کا ہو دل اس مین بند
ہوے محو سُن کر چرند اور پرند

غرض جو کھڑے تھے کھڑے رہ گئے
اڑے جس جگہ سو اڑے رہ گئے

جو پیچھے تھے آگے نہ وہ چل سکے
جو بیٹھے سو بیٹھے نہ پھر ہل

لگی دیکھنے آنکھ نرگس اٹھا
گلوں نے دیے کان ادھر لگا

لگے ہلنے آ وجد میں سب درخت
کھڑے رہ گئے سرو ہو کر کرخت

درختوں سے گرنے لگے جانور
بنے مثل آئینہ دیوار و در

ہوئیں قمریاں شوق سے نعرہ زن
بھرا اشک سے بلبلوں کے چمن

ہوئے نہر کے سنگ پانی پگھل
پڑے سارے فوارے اسکے اچھل

عجب راگ کو بھی دیا ہے اثر
کہ ہو جاوے پتھر کا پانی جگر

بندھا اس طرح کا جو اس جا سمان
ہوا سب کے دل کا عجب حال وان

ولیکن جو کچھ دل کیوں پڑ گیا
کہ بن آئے ہر اک وہاں مر گیا

لگا تھا زبس عشق کا اسکو تیر
لگی کھینچنے آہ بدر منیر

بندھا اسکو عاشق کا اپنے خیال
لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال

کہیں کا کہیں لے اڑا اسکو راگ
ہوا سے ہوئی اور دونی وہ آگ

لگی کہنے ہے ہے یہ دیکھوں میں سیر
نہ ہو پاس میرے وہ یادش بخیر

وہی جانے ہو جسکے کچھ دل کو لاگ
کہ معشوق بن سب ہے گلزار آگ

بھلا کیونکہ دل اسکا خوش حال ہو
کہ ہجراں کا غم جسکے دنبال ہو

جگر میں اگر آہ کی سول ہو
لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو

درختوں کے عالم سے کیا ہو نہال
جسے یاد شمشاد کی ہو کمال

گلشن و گل پہ کیا وہ نظر
جسے اپنے گل کی نہ ہووے خبر

یہ کہہ کر اُٹھی واں سے وہ دلربا
چھپر کھٹ مین جا کر گری منھ چھپا

خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا
ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا

سب اُٹھتے ہی بس اُسکے جاتی رہین
طوائف کہین اور خواصین کہین

مری عقل اس جا پہ حیران ہے
کہ یا رب یہ کیسا گلستان ہے

ہر اک وقت ہے اسکا عالم جدا
جو جا ہو یہ پھر ہو تو امکان کیا

کبھی ہے خزان اور کبھی ہے بہار
نہین اک وتیرے پہ لیل و نہار

داستان بینظیر کے غم ہجر سے بدر منیر کی بیقراری مین

پلا ساقی اک جام مجھ کو شتاب
کہ پردے مین شب کے گیا ماہتاب

شب ہجر کی پھر علامت ہوئی
غرض عاشقون پر قیامت ہوئی

گری جب چھپر کھٹ پہ وہ رشک حور
سبھون کو کہا تم رہو دور دور

اکیلی وہ رونے لگی زار زار
اُسی اپنے عالم مین بے اختیار

گرے چشم سے اُسکی اتنے گہر
کہ دھویا اُسی آب سے منھ سحر

صبوحی تو دے ساقی لعل فام
کہ رو دھو کے مین رات کاٹی تمام

ہوا آفتاب الم جو طلوع
اُداسی کا ہونے لگا دن شروع

ذرا آئینہ لے کے دیکھا جو رنگ
تو جون آئینہ رہ گئی وہ بھی دنگ

بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار
کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار

فلک کی طرف دیکھ اور شکر کر
لگی دل کو بہلانے ایدھر اُدھر

زبان پر تو باتین وے دل اُداس | پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس

نہ مُنھ کی خبر اور نہ تن کی خبر | نہ سر کی خبر نہ بدن کی خبر

اگر سر کُھلا ہے تو کچھ غم نہین | جو گُرتی ہے میلی تو محرم نہین

جو مِسّی ہے دو دن کی تو ہی وہی | جو کنگھی نہین کی تو یون ہی سہی

جو سینہ کُھلا ہے تو دل چاک ہے | غم آلودہ صبحِ طربناک ہے

نہ منظور سُرمہ نہ کاجل سے کام | نظر مین وہی تیرہ بختی کی شام

ولیکن یہ خوبون کا دیکھا سُبھاؤ | کہ بگڑے سے دونا ہو اُنکا بناؤ

نہین حُسن کی اس طرح بھی کمی | جو بگڑی ہے بیٹھی تو گویا بنی

غرض بے ادائی ہی یان کی ادا | بھلون کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا

جو ماتھے پہ چینِ جبین غم سے ہے | تو وہ بھی ہے اک موجِ دریاے مے

وہ آنکھین جو روتی ہین بس پھوٹ پھوٹ | تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ

تپِ غم سے یون تمتماے ہین گال | کہ جون رنگ لالہ ہو وقتِ زوال

گریبان سینے پہ ہے جو کُھلا | تو گویا وہ ہے صبحِ عشرت فزا

نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے | ز یا آہ ہونٹھون پہ کچھ سرد ہے

ادا سے نہین یہ بھی عالم جدا | کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈھی ہوا

بیقراری بدرِ منیر کی بے نظیر کے فراق مین اور نجم النسا کے تسلی دینے مین

گیا ساحرِ بے نظیر | پھنسی دامِ ہجران مین بدرِ منیر

وہ حسن و جوانی اور اس پر یہ غم
ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
جہان بیٹھنا آہ کرنا اوسے
بہانہ نزاکت پہ دھرنا اسے
کبھی خون آنکھون سے رو ڈالنا
کسی کو کبھی دیکھہ دھو ڈالنا
خواصون کو بالا بتانا اوسے
اکیلی درختون مین جانا اوسے
وے ان درختون مین جس مین وہ ماہ
سر شام چھپ چھپ کے کرتا نگاہ
سو یہ بھی پہر دن سے آوان مدام
اسی چھانون مین بیٹھ کرتی تھی شام
گیا اس طرح جب مہینہ گذر
کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر
اور اسکا ادھر رنگ گھٹنے لگا
جگر خون ہو مژگان پہ بٹنے لگا
لگی رہنے تپ جان بیتاب مین
لگا فرق آنے خور و خواب مین
محبت کا سودا سا ہونے لگا
جنون تخم وحشت کا بونے لگا
سرکنے لگا پاس ناموس و ننگ
لگی عقل و عشق مین ہونے جنگ
خموشی اٹھانے لگی دل مین شور
جتانے لگی ناتوانی بھی زور
یہ احوال دیکھ اسکا دخت وزیر
لگی چل کے کہنے کہ بدر منیر
تو وہ ہی کہ سب کے تئین دے وقوف
کدھر دل گیا تیرا اے بیوقوف
مسافر سے کرتا ہی کوئی بھی بیت
مثل ہے کہ جوگی ہوے کسکے میت
اری چار دن کے ہین یہ آشنا
ملا دل کو آخر کرے ہین جدا
گئے آسمان گہ زمین کے ہین یہ
جہان بیٹھے جا بس وہین کے ہین یہ

تو بھولی ہی کس بات پر ای بُوا
خبر لے دوانی تجھے کیا ہوا

سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے
تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو
تو پھر چاہیے اُسکی پروا نہ ہو

وہ خوش ہوگا اپنی پری کو لیے
عبث اُسپہ بیٹھی ہو تم جی دیے

تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر
تو ابتک وہ تم کو نہ آتا نظر

لگی کہنے تب اُس کو بدر منیر
کہ سُنتی ہو اے میری دخت وزیر

کسی کی بدی تو نہ کر عیب سے ہے
کرم اُسکا خدا عالم الغیب ہے

وہ اپنے دلوں سے تو ہی نیکذات
ہوئی اُسپہ کیا جانے کیا واردات

ہوا قید یا اُسنے پایا نہ وہ
گئے اتنے دن ابتک آیا نہ وہ

مجھے رات دن اسکا رہتا ہی ڈر
پری نے سُنی ہو نہ یاں کی خبر

نہ باندھا ہو اُسکو کسی شید مین
کیا ہو نہ اُسکے تئین قید مین

پری نے کہین طیش کھا لاف مین
دیا ہو نہ پھینک اُسکو کہ قاف مین

پرستان سے بھی نکالا نہ ہو
کسی دیو کے مُنھ مین ڈالا نہ ہو

نہ ملنے کے دُکھ اُسکے سب مین سہے
بھلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے

یہ کہہ حال دل اپنا رونے لگی
گہر آنسوون کے پرونے لگی

گئی منڈ کری مار آخر کو لیٹ
چھپرکھٹ کے کونے مین سر مُنھ لپیٹ

خواب دیکھنا بدر منیر کا بینظیر کو کنوین مین اور جوگن بنکر نکلنا نجم النسا کا اُسکی تلاش مین

پلا ساقیا جام جم سے وہ مُل — کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کُل
کسی کے تو آکام فرخندہ حال — کہ آخر یہ دنیا ہی خواب و خیال
ذرا آنکھ جھپکی جو اُس حال مین — تو دیکھا پھنسا اُس کو جنجال مین
قضا نے دکھایا عجب اُسکو خواب — کہ دشمن نہ دیکھے یہ حالِ خراب
جو دیکھے تو صحرا ہے اک لق و دق — کہ رستم جسے دیکھ ہو جائے فق
نہ انسان ہے وان نہ حیوان ہے — فقط اک کفِ دست میدان ہے
مگر بیچ مین اُسکے ہی اک کنوان — کہ اُٹھتا ہی آہون کا وانسے دھوان
کنوین کا ہی مُنھ بند اور اُس سے اڑی — کئی لاکھ من کی ہے اک سِل پڑی
صدا وان سے ہے یہ کہ بدرِ منیر — ترے چاہِ غم مین ہوا ہون اسیر
مین بھولا نہین تجھکو ای میری جان — کرون کیا کہ ہے قید مجھ پر گران
پر اس قید مین بھی ترا دھیان ہے — فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے
تو اپنی جو صورت دکھاوے مجھے — تو اس قیدِ غم سے چھڑاوے مجھے
نہین مجھکو مرنے سے کچھ اپنے ڈر — یہ غم ہے کہ تجھکو نہ ہووے خبر
تجھے کاش اسوقت مین دیکھ لون — جیون مین اگر تیرے آگے مرون
ولیکن یہ ہے خام میرا خیال — نہین وصل ممکن بغیر از وصال
کوئی دم کا مہمان ہون آجکل — اسی چاہ مین جائیگا دم نکل
یہ سُن وارداتِ شہِ بینظیر — جو چاہے کرے بات بدرِ منیر

یہ ہرگز میسر نہ آئی اُسے   قضا نے نہ اُسکی سُنائی اُسے

یکایک لگی آنکھ اتنے مین کھُل   بھرے اشک رخسار پر آئے ڈھل

نہ وہ چاہ دیکھا نہ ہمراز وہ   پڑی گوش مین پھر نہ آواز وہ

صدا اپنے یوسف کی سُن خواب سے   اُٹھی یا ولی جان بیتاب سے

کہا گو کسی سے نہ اُسنے یہ بھید   وے جون مہِ صبح چہرہ سفید

ڈھلے مُنھ پہ آنسو ہوا بسکہ رنج   چھپے چاندنی مین ستارونکے گنج

وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد   سراپا ہوا شکل اندوہ و درد

زبس آہ پنہان سے گھٹنے لگی   تو مُنھ پر ہوائی سی چھٹنے لگی

مژہ وہ نکیلے جو تھے تیز سے   ہوے اشک خونین سے گلریز سے

بھُچنپا سا قد تھا جو رشکِ انار   نکلنے لگے اُس سے شعلے ہزار

جلین اُسکی آہون سے گل صورتین   ہوئین سب وہ مٹی کی جون مورتین

چھپایا بہت اُسنے پر ہمنشین   چھپائے سے آتش چھپے ہے کہین

کسی سے کسی کو جو ہوتی ہو لاگ   بغیر از کہے اور لگتی ہے آگ

خواصین کئی وہ جو ہمراز تھین   بڑی خدمتون مین سرافراز تھین

کہا اُنسے رو رو کے احوالِ خواب   رُلایا اُنھین پڑھ کے غم کی کتاب

سُنا جبکہ نجم النسا نے یہ حال   ہوئی بیقرار ی تب اُسکو کمال

لگی کہنے وہ یون نہ آنسو بہا   ترے واسطے مین نے اب دکھ سہا

پس اب سر بصحرا نکلتی ہون مین ۔ اُسے ڈھونڈھ لانے کو چلتی ہون مین
جو باقی رہا کچھ مرے دم مین دم ۔ تو پھر آکے یہ دیکھتی ہون قدم
وگر مر گئی تو بلا سے موئی ۔ تو یون جانیو مجھ پہ صدقے ہوئی
کہا شاہزادی نے سُن ای رفیق ۔ ہوئی مین تو اس چاہ غم مین غریق
بھلی چنگی اپنی نہ کھو جان تو ۔ کہ وہ ہے پری اور انسان تو
رسائی تری ہو گی کیونکر وہان ۔ مجھے بھی نہ دے ہاتھ سے میری جان
مین جیتی ہون اس آسرے پر فقط ۔ کہ ہوتا ہے تجھ سے مرا غم غلط
وگرنہ مین گھُٹ گھُٹ کے مرجاؤنگی ۔ اسی طرح جی سے گذر جاؤنگی
کہا اُسنے کیا کیجیے پھر بھلا ۔ پڑی اب تو اپنے ہی سر پر بلا
مین اس عشق کا یہ نہ سمجھی تھی ڈول ۔ ترے غم سے آنے لگا مجھ کو ہول
تجھے دیکھتی یون گوارا نہین ۔ اس اندوہ کا مجھکو چارا نہین
یہ کہہ اُسنے زیور اُتارا سنگار ۔ کیا اپنی پیشواز کو تار تار
گریبان کو مثلِ گل چاک کر ۔ دیا خاک پر پھینک ادہر اُدھر
پھر آئے جو کچھ اُسکو ہوش وحواس ۔ سجا تن پہ جوگن کا اُسنے لباس
پہن سیلی اور گیروا اوڑھ کھیس ۔ چلی بن کے صحرا کو جوگن کا بھیس
کئی سیر موتی جلا راکھ کر ۔ بھبوت اپنے تن پر ملا سر بسر
پہن ایک لہنگا زری باف کا ۔ وہ پردہ سا کر اُس تنِ صاف کا

زری کے دوپٹے سے چھاتی کو باندھ | بدن کو چھپا اور گاتی کو باندھ

زمرد کی مُندری لگا کان مین | کہ جون سبزہ گل ہو گلستان مین

گلے بیچ ڈال اپنے بالو نکے تئین | پریشان کر اپنے بالون کے تئین

زری کا بنا حلقہ سر پر رکھا | کیا سنبلستان کو جگمگا

زمین دیکھے بل روش پر چھوڑ دین | وہ باگین سی شبدیز کی موڑ دین

[illegible] سے آنکھون کو کر لال لال | رکھا چشم مین خون دل کو نکال

زمرد کی سُمرن کو ہاتھون مین ڈال | اور اک بین کاندھے پہ اپنے سنبھال

جو منکی تھی مَن کی اُٹھین کر درست | پہن اپنے موقع سے چالاک و چست

[illegible] جوگن وہ باہر کے تئین | دکھاتی ہوئی چال ہر ہر کے تئین

[illegible] دل کا عیان مُنہ سے حال | اُڑاتی چلی اپنی آہون سے رال

[illegible] مُنہ رو کا کرون کیا بیان | صفا راکھ سے اور چمکی وہان

کیسے حُسن کو کس طرح کوئی ماند | چھپے ہی کہین خاک ڈالے سے چاند

چھپانے کو سُو سوانگ اُسنے جو جو کیے | غرض حُسن نے اور جلوے دیے

دو موتی کی سیلی وہ تن کی دمک | شب تیرہ مین کہکشان فلک

زری کا وہ حلقہ سر اوپر دھرے | کہ جون شب مین کوئی بنیٹی کرے

زمانے کو چھائی جو اُسکی ادا | تو اُس رات پر دن کو صدقے کیا

کرے [illegible] تقویم دل سے حساب | کہے سینہ مین گیا آفتاب

یہ برق اور یہ ابرِ سیہ ہے اگر | تو دامان عشاق ہوئین گے تر
زمرد کی مُندری وہ اس آن پر | کہون کیا کہ جیسی کُھلی کان پر
وہ مُندری وہ تن اُسکا خاکستری | ہوئی حُسن کی اور کھیتی ہری
اُڑے سبزہ وگل کے دیکھ اُسکو ہوش | وہ دونون ہوے اُسکے حلقہ بگوش
نظر کر صفائی کو اُس گوش کی | زمرد کو اُس گوش کی لو لگی
بڑھے کیون نہ ہر دم زمرد کی شان | جب ایسے کسی کے لگے جا کے کان
وہ موتی کے مالے وہ مونگے کے ہار | گل و نسترن کی چمن مین بہار
گلابی سی وہ نرگسِ شوخ رنگ | بھرے جس مین لالا کے لالے کے رنگ
وہ قشقہ کھنچا سُرخ ماتھے پہ یون | پڑے نور پر لعل کا عکس جون
ادا اُسکی دیکھے جو عاشق کبھو | تو رو یا کرے چشم سے وہ لہو
یہ بین اُسکے کاندھے پہ تھی خوشنما | چلے جو کوئی مست شیشہ اُٹھا
زیارجبت مین مہنگی تھی وہ | نہ تھی بین عشرت کی بہنگی تھی وہ
نہ تھی بین تھے قمقمے رنگ کے | ویا تھے سبو بحرِ آہنگ کے
سو وہ بین کاندھے پہ رکھ یون چلی | کہ لاوے کوئی جیسے گنگا جلی
ہر اک تار تھا بین کا رودنیل | وہ تھی ہند کے راگ کی سلسبیل
نہ عاشق ہوے اُسکے عالم پہ لوگ | دوانہ ہوا جوگ دیکھ اُسکا جوگ
بنی جبکہ جوگن وہ اس رنگ سے | لگے پھوڑنے دوست سر سنگ سے

وہ رخصت جو اس طرح ہونے لگی
تو وہ صاحبِ خانہ رونے لگی

وہ رو رو کے دو ابرِ غم یون ملے
کہ جس طرح ساون سے بھادون ملے

یہانتک بندھا اُسکے رونے کا تار
لگے پھوٹ دیوار و در ایک بار

کھڑے تھے وہ جوگن کے جو گرد گُل
وہ رو رو ہوے شبنم آلودہ گُل

نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار
کہا حق کو سونپا تجھے لے سدھار

چلی جس طرح پیٹھ اپنی دکھا
اسی طرح دکھلا ہمین منھ پھرا

کسی نے کہا بھولیو مت مجھے
خدا کے تئین مین نے سونپا تجھے

کہا اُسنے خیر ابتو جاتی ہون مین
جو ملتا ہی تو اُسکو لاتی ہون مین

تمھین بھی خدا کو مین سونپا سُنا
مرا بخشیو تم کہا اور سُنا

جُدا ہو کے القصہ روتون کو چھوڑ
چلی اپنے گھر بار سے منھ کو موڑ

نہ سُدھ بُدھ کی لی اور نہ منگل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

لیے بین پھرتی تھی صحرا نورد
تنِ چاک چاک اور رُخِ گرد گرد

کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے
کہ جس سے وہ شیدا کا شیدا ملے

جہان بیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین
تو سننے کو آتے تھے آہوے چین

بجاتی وہ جوگن جہان جوگیا
تو وان بیٹھتی خلق دھونی لگا

اُسے سُنکے آتا تھا صحرا کو جوش
صدا سے درختون کو آتا خروش

گُل نغمہ جو اُس سے گرتے ہزار
تو لیتا اُنھین دشت دامن پسار

کہین حلقہ حلقہ کہین لخت لخت — کھڑے ہو کے گرد اسکے سنتے درخت
بجاتی تھی جون جون وہ بن بنکے بین — خس و خار سنتے تھے بن بن کے بین
نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی — ہر اک عالم شوق مین تھی کھڑی
تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی — دد و دشت غش ہو پڑے تھے سبھی
یہانتک کہ رہ مین جو تھے نقش پا — وہ بیٹھے تھے کان اپنے ادھر لگا
گل نغمۂ تر کی تھی یہ بہار — کہ صحرا کے گل اسکے آگے تھے خار
سن آواز کی اسکی شان و شکوہ — نکلنے لگی دب کے آواز کوہ
نہ پانی ہی سن شور اسکا چلے — کنوین کے بھی دل مین اٹھے ولولے
نہ چشمہ ہی کچھ آبدیدہ رہے — گریبان کر چاک دریا بہے
ہوا بلبل و گل کا یان تک ہجوم — کہ گرتی تھین وان ڈالیان جھوم جھوم
تحیر کا تھا وان ہر اک کو مقام — زبان کا نکلتا تھا ہاتھون سے کام
چمن کرتی پھرتی تھی جنگل کے تئین — بساتی تھی جنگل مین دنگل کے تئین
یہ ہر جا پہ تھا اسکے دم سے طلسم — بندھا تھا اسی دم قدم سے طلسم
شب و روز سرگشتہ مثل صبا — اسی طرح پھرتی تھی وہ جابجا

داستان فیروز شاہ جنون کے بادشاہ کے بیٹے کا عاشق ہونا جوگن پر

کدھر ہے تو اے ساقی گلعذار — کہ صحرا سے اب دل ہوا خار خار
کوئی پھول ہی دے شتابی شراب — کہ شہر مطالب کو پہونچون شتاب

وہ دارو پلا دل کو جو راس ہو | کہ جینے کی بیمار کو آس ہو

مسبب کے اسباب دیکھو ذرا | کہ قدرت مین ہی اُسکی کیا کیا بھرا

سفید و سیہ اُسکے ہے اختیار | بنایا ہے اُسنے یہ لیل و نہار

جہان مین ہی اندوہ و عشرت بہم | کہین صبحِ عیش و کہین شامِ غم

دورنگی زمانے کی مشہور ہے | کہین سایہ ہے اور کہین نور ہے

قضارا سُہانا سا اک دشت تھا | کہ اک شب ہوا اُسکا وان بسترا

وہ تھی اتفاقاً شبِ چاردہ | اداسے وہ بیٹھی وہان رشکِ مہ

بچھی ہر طرف چادرِ نور تھی | یہی چاندنی اُسکو منظور تھی

بچھا مرگ چھالے کو اور لیکے بین | دوزانو سنبھل کر وہ زہرہ جبین

کدارا بجانے لگی شوق مین | لگی دست و پا مارنے ذوق مین

کدارا یہ بجنے لگا اُسکے ہاتھ | کہ مہ نے کیا دائرہ لیکے ساتھ

بندھا اُس جگہ اس طرح کا سمان | صبا بھی لگی رقص کرنے وہان

وہ سُنسان جنگل وہ نورِ قمر | وہ براق سا ہر طرف دشت و در

وہ اُجلا سا میدان چمکتی سی ریت | اُگا نور سے چاندتارون کا کھیت

درختون کے پتے چمکتے ہوے | خس و خار سارے جھمکتے ہوے

درختون کے سائے سے مہ کا ظہور | گرے جیسے چلنی سے چھن چھن کے نور

دیا یہ کہ جوگن کا منھ دیکھکر | ہوا نورِ سایہ کا ٹکڑے جگر

گیا ہاتھ سے بین سن کر جو دل — گئے سایہ و نور آپس مین مل

وہ صورت خوش آئی جو اُس نور کی — دل اپنے پہ سایہ نے منظور کی

ہوا بندھ گئی اُس گھڑی اس اصول — بسیرا گئے جانور اپنا بھول

درختون سے لگ لگ کے بادِ صبا — لگی بولنے وجد مین واہ وا

کدارے کا عالم یہ تھا اُس گھڑی — کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی

یہان تو یہ عالم تھا اور طور یہ — تس اوپر مزہ تم سنو اور یہ

کہ تھا اک پریزاد فرخ سیر — جنون کے وہ تھا پادشہ کا پسر

نہایت طرحدار صاحب جمال — برس بیس و اکیس کا سن و سال

ہوا پر اُڑائے ہوے اپنا تخت — کسی طرف جاتا تھا فیروز بخت

وہ جاتا تھا کرتا ہوا سیرِ ماہ — اُسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ

یکایک سنی بین کی جو صدا — وہان تخت لا اپنا اُسنے رکھا

جو دیکھی تو جوگن ہی اک رشک حور — کہ چشمِ فلک نے نہ دیکھا یہ نور

نظر کرتے حسن اُسکا غش کر گیا — تعشق کے عالم مین بس مر گیا

یہ سمجھا بناوٹ کا کچھ بھیس ہے — لگا کہنے جوگی جی آدیس ہے

پڑا تمپہ ایسا کہو کیا بجوگ — لیا واسطے کسکے تمنے یہ جوگ

کدھر سے تم آئے کدھر جاؤگے — دیا اپنی ہم پہ بھی فرماؤگے

وہ سمجھی کہ دل اُسکا آیا ادھر — کہ دل بھی تو رکھتا ہے دل کی خبر

خس و خار ہی عشق حسن آگ ہی ۔ سدا عشق اور حسن مین لاگ ہی

ولے راگ ہی اور اُن مین ہوا ۔ کہ دونون طرف آگ دی ہی لگا

کہا ہنسکے جوگن نے ہر بول ہر ۔ جہان سے تو آیا چلا جا اُدھر

کہا تب پریزادے نے واہ جی ۔ بہت گرم ہین آپ اللہ جی

نہ روٹھی ہو اتنی بھلا جاؤنگا ۔ ذرا بین سُنکر چلا جاؤنگا

کہا ہوتے سوتون سے اپنے کہو ۔ فقیرون کو چھیڑو نہ بیٹھے رہو

یہ دُو دو لطیفے جو باہم ہوے ۔ اسی لطف مین یہ تو بیدم ہوے

گیا بیٹھ آ سامنے ریت مین ۔ رہا کھیت یہ تو اُسی کھیت مین

نظر حُسن پر گاہ گہ بین پر ۔ سراپا دل اُس لعبتِ چین پر

رہا تن بدن کا نہ کچھ اُسکو ہوش ۔ بنا گل وہ جون نقش پا چشم و گوش

وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر ۔ ہوا غم مین جوگن کے یہ بھی فقیر

نہ سُدھ گھر کی لی اور نہ لی راہ کی ۔ جب آئی ذرا سُدھ تو پھر آہ کی

بجاتی رہی بین وہ صبح تک ۔ یہ رویا کیا سامنے بیدھڑک

اُدھر تان پر بین کی تھی بہار ۔ بندھا تھا ادھر اسکے رونے کا تار

دھری اپنے کاندھے پہ جب اُسنے بین ۔ اُٹھی لیکے انگڑائی زہرہ جبین

پریزادے نے تب پکڑ اُسکا ہاتھ ۔ شتابی بٹھا تخت پر اپنے ساتھ

وہین سے اُڑا آسمان کے تئین ۔ وہ کتنا کہا کی نہین رے نہین

نہ مانا اور اُسنے اُڑا یا اُسے
پرستان مین لا بٹھا یا اُسے

یہ مژدہ گیا باپ پاس اپنے لے
کہا عرض رکھتا ہون مین آپ سے

یہ جوگی جو ہی ایک صاحب جمال
ذرا ہین سنیے اور اُسکے خیال

بہت آپ اُس سے اُٹھاوینگے حظ
بہت ہین سے اُسکی پاوینگے حظ

کہا اُسنے بابا بہت خوب ہے
ہمیشہ سے راگ اپنے مرغوب ہے

کہا آؤ جوگی جی بیٹھو ادھر
کرو روشن اپنے قدم سے یہ گھر

کھلے بخت بیٹے کے اور باپ کے
سر او پر ہمارے قدم آپ کے

بہت اُسکی تعظیم و تکریم کی
جگہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی

داستان فیروز شاہ کی مجلس آرائی اور جوگن کے بُلانے مین

پلا مجھکو ساقی محبت کا جام
کہ مہانون مین ہوا دل تمام

یہ جوگن جو بیٹھی برو گن ہوئی
کہ اتنے مین رات آئی جوگن ہوئی

بھبوت اپنے مُنھ پر شتابی سے مل
رکھا اندوے کو مہ کے شب آئی نکل

دکھاتی ہوئی سوز دل دور سے
اُڑاتی ہوئی رال کو نور سے

ستارونکے مالے گلے بیچ ڈال
وہ پہونچی پرستان مین چال چال

ہوئی شب جو وہ بزم انجم فروز
چھپا رشک سے اُسکے پردے مین روز

ملک نے پرستان مین مجلس بنا
بُلایا اُسے جسکی تھی یہ ثنا

پریزاد سارے ہوے جمع وان
کہ دیکھین تو جوگن کا چل کر سمان

وہ جوگن جو سچ مچ تھی زہرہ جبین — سو مجلس مین آئی لیے اپنی بین

بہت منتون سے بُلایا اُسے — بڑی عزتون سے بٹھایا اُسے

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گائیے — سماں بین کا ہمکو دکھلائیے

کہا کچھ بجانا نہین اپنا کام — ہر اک طرح لینا ہمین ہر کا نام

ہے بیزار فرمائشون سے فقیر — ولے کیا کرین اب ہوے ہین اسیر

کہا جوگی صاحب یہ کیا بات ہے — کرم آپ کا ہمپہ دن رات ہے

جو مرضی ہو تو تمکو تکلیف دین — نہین جس مین راضی ہو تم سو کرین

کہا اس طرح سے جو فرماؤ گے — تو ہان بندگی ہی مین کچھ پاؤ گے

ق

یہ کہہ اُسنے اور بین کاندھے پہ دھر — یہانتک بجائی کہ دیوار و در

کھڑے رہ گئے ہوش کھوئے ہوے — نظر جو پڑے وان سو روئے ہوے

گیا اہل مجلس کا جو دل پگھل — تو جون شمع اشک آئے سبکے نکل

ہوئین بین پر اُنگلیان یون دوان — کہ ہاتھون سے اُسکے ہوا دل روان

روان و دوان کر دیا جان کو — رُلایا ہر اک جن و انسان کو

ہوا حال پر اُسکا یہ کچھ تباہ — وہ عاشق جو تھا اُسپہ فیروزشاہ

کبھی سامنے آکے کرتا نظر — کبھی دیکھتا چھپ کے ایدھر اُدھر

ستونون کی کبھی اوٹ مین ہوکے وہ — کھڑا دیکھتا اُسکو رو رو کے وہ

کبھی ایدھر اودھر سے پھر پھر کے آ — چھپے اُسکے کھڑے کی لیتا بلا

وہ گو کچھ نہ سنتی نہ کہتی اسے | کنکھیوں سے پر دیکھ رہتی اسے

نظر اسکی جب آن پڑتی ادھر | تو یہ اور کی طرف کرتی نظر

اس آن و ادا پر وہ فیروز شاہ | دل و جان سے کرتا تھا ہر لحظہ آہ

اگر کوئی جوگن کی کرتا ثنا | تو کھا رشک کہتا کہ پھر تم کو کیا

غرض تھی یہ صحبت کہ میں کیا کہوں | یہی دل تھا اسکا کہ دیکھا کروں

بجی پہلی صحبت میں وان ایسی بین | کہ غش کر گئے وے جو تھے نکتہ چین

سراپا پریزاد کے باپ نے | کہا کی دیا جوگی جی آپ نے

اسی طرح ہر شب کرم کیجیے | مری بزم رشک ارم کیجیے

مقدم ہمارا رجھانا کرو | ہمیں اپنا مشتاق جانا کرو

یہ گھر بار ہے آپ ہی کا تمام | ہوئے آج سے ہم تمھارے غلام

تکلف کو موقوف کر دیجیے | جو کچھ تمکو درکار ہو لیجیے

کہا اسنے مطلب نہیں کچھ ہمیں | تمھارا مبارک رہے گھر تمھیں

کہاں ہم کہاں تم ہوا یہ جو ساتھ | یہ تھی بات سب آب و دانہ کے ہاتھ

یہ کہہ ان سے اٹھی وہ جوگن ادھر | دیا تھا جہاں اسنے رہنے کو گھر

لگی رہنے اس میں شب و روز وہ | سمجھ جی میں کچھ کچھ دل افروز وہ

کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہے جی | نہ گھبرائیو اپنے دل میں کبھی

ببینم کہ تا کردگار جہان | درین پردہ آشکارا چہ دارد نہان

غرض اس طرح اُسکا معمول تھا — کہ اُس شاہ پریون کی خدمت مین جا

پہر رات تک ہنستی اور بولتی — پہر اک بات مین قند تھی گھولتی

بجا بین سب کو رجھاتی تھی وہ — پہر کے بجے گھر مین آتی تھی وہ

ولے کیا کہون حالِ فیروز شاہ — کہ تھی دن بدن اُسکی حالت تباہ

نہ دنیا کی اُسکو نہ دین کی خبر — اُسی کے تصور مین شام و سحر

اُسی شمع کے گرد پھرنا اُسے — پتنگے کے مانند گرنا اُسے

بہانے سے ہر کام کے روز و شب — وہین کاٹنی آکے اوقات سب

اسی طرح اوقات کھونا اُسے — سدا بین سُن سُن کے رونا اُسے

وہ جوگن بھی سو سو طرح کرادا — ہر اک تان مین اُسکو لیتی کبھا

ولے کچھ بھی پاتی جو حُسنِ طلب — تو عاشق پہ غصہ وہ کرتی غضب

کبھی خوش کیا اور کیا گہ اُداس — کبھی دور بیٹھی کبھی اُسکے پاس

کیا اُسنے پردے مین جب کچھ سوال — دوانہ کیا اُسکو باتون مین ڈال

کبھی تیکھی نظرون سے گھائل کیا — کبھی میٹھی باتون سے مائل کیا

کبھی ٹیڑھی نظرون سے مارا اُسے — کبھی سیدھے دل سے پکارا اُسے

کبھی ہنس کے دیکھا ذرا خوش کیا — کبھی ہو کے غمگین ناخوش کیا

کبھی مُنھ دکھایا چھپایا کبھی — کبھی مار ڈالا جلایا کبھی

لٹون مین کبھی دل کو لٹکا دیا — کبھی ساتھ بالون کے جھٹکا دیا

وہ ہر چند آنکھیں دکھاتی رہی
پہ نظروں میں دل کو لبھاتی رہی

بچارا پریزاد وہ سادہ دل
ادائیں یہ انسان کی متصل

اسی طرح مدت گئی جب اُسے
چڑھی گرمیِ عشق کی تپ اُسے

نہ مُنھ پر وہ عالم رہا اور نہ نور
گئی دن میں دل ہو گیا چور چور

جگر خون ہو آنکھوں سے آیا اُبل
گیا دل سب اندر رہی اندر پگھل

یہ دی پردۂ دل سے جی نے صدا
کہ ہے صبر کی اپنے بس انتہا

جو کہتا ہی اُس سے تو کہہ حال دل
کہ اب تنگ ہی اپنا احوالِ دل

سنبھلتا ہی اب بھی تو ظالم سنبھل
نہیں کوئی دم میں چلا میں نکل

مَلا کر تو اب دستِ افسوس کو
پڑا رہ لیے ننگ و ناموس کو

یہ سُن جی کا پیغام مجبور ہو
کہا اپنے نزدیک کو دور ہو

بَلا سے اگر آن رہتی نہیں
کہ اب بن کہے جان رہتی نہیں

غرض ایک دن بات یہ ٹھان کر
لگا گھات پر اپنی وہ آن کر

نہ تھا اُس گھڑی کوئی ایدھر اُدھر
اکیلی پڑی جو گئی اُسکو نظر

اکیلے اُسے دیکھ ہو بیقرار
گرا پانوں پر اُسکے بے اختیار

گرا اس طرح سے قدم پر جو وہ
تو کہنے لگی مُسکرا اُسکو وہ

کہ ہی آج کیا یہ خلافِ قیاس
گرا اتنا تو ہو کے کیوں بے حواس

کسی نے ترا دل ستایا نہیں
دیا جی کو تیرے لبھایا کہیں

مرے نت بیٹھنے سے اذیت ہوئی
کہ مہمانیون کی مصیبت ہوئی

فقیرون سے اتنا نہ ہو تو خفا
چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا

اذیت مگر ہم سے پاتا ہے تو
کہ اب پانون پڑ پڑ اٹھاتا ہے تو

لگا کہنے رو رو کے فیروز شاہ
کہ بس بس یہی تو کہوگی نہ واہ

تمہاری سمجھ نے تو مارا ہمین
یہ باتین نہین اب گوارا ہمین

ستائے ہوئے کو ستاتی ہو کیا
جلے دل کو ناحق جلاتی ہو کیا

ہوئین تم نہ واقف مرے حال سے
فدا مین رہا جان اور مال سے

ہم اپنا سا تمکو سمجھتے رہے
بھلا تمکو اب یان کوئی کیا کہے

تم ایسی ہی بیرحم و بیدرد ہو
غرض اپنے عالم مین تم فرد ہو

کہا اُسنے لے کہہ شتاب اپنا حال
کہ تو کیون گرا سر کو پانون پہ ڈال

کہا تب پریزاد نے میری جان
کہانتک کرون راز دل کو نہان

بھلا ہجر مین کب تلک ہون ملول
غلامی مین اپنی مجھے کر قبول

لگی ہنسنے کہنے کہ اک طور سے
جو میری کہانی سنے غور سے

مطالب اگر میرے برلائے تو
تو شاید مراد اپنی بھی پائے تو

کہا اُسنے پھر جلد فرمائیے
جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے

کہا اُسنے یہ ہے مری داستان
کہ شہر سراندیپ ہے اک مکان

کہ اک بادشہ وان کا ہے مسعود شاہ
کہ بیٹی ہے اک اُسکی مانند ماہ

جہان مین ہے بدرِ منیر اُسکا نام ۔ مین رہتی تھی خدمت مین اُسکی مدام

بنایا ہے اُسنے الگ ایک باغ ۔ کہ فردوس کا ہے وہ چشم وچراغ

جدا باپ سے تھی وہ اُس جا مقیم ۔ سدا سیر کرتی تھی بےخوف وبیم

مین نجم النسا اُسکی دختِ وزیر ۔ ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مشیر

جدا ایک دم اُس سے ہوتی نہ تھی ۔ سُلائے بغیر اُسکے سوتی نہ تھی

خوشی سے سروکار غم سے فراغ ۔ بہ رنگِ چمن رہتی تھی باغ باغ

کسی طرح کا غم نہ تھا دصیان مین ۔ ترقی خوشی کی تھی ہر آن مین

ہوئی ایک دن یہ عجب واردات ۔ کہ اک شخص وارد ہوا ایک رات

کہانتک کہون اُسکا قصہ ہے دور ۔ نہ تھا آدمی نور کا تھا ظہور

گیا اُسپہ اُس شاہزادی کا دل ۔ گئے ایک دونون وہ آپس مین مل

ولے عاشق اُسپر کوئی تھی پری ۔ محبت مین تھی اُسکی وہ بھی بھری

کہین وان کے آنے کی سُنکر خبر ۔ خدا جانے پھینکا ہے اُسکو کدھر

ویا قید مین اُسکو ڈالا کہین ۔ کہ مدت سے اُسکی خبر کچھ نہین

سو مین کھوج مین اُسکے جوگن ہوئی ۔ یہانتک تو پہونچی بروگن ہوئی

پریزاد آپس مین تم ایک ہو ۔ اگر تم ذرا کھوج اُسکا کرو

تو شاید مدد سے تمھاری ملے ۔ تو پھر آرزو بھی ہماری ملے

دل آباد ہو جی کو آرام ہو ۔ تمھارا بھی اس کام مین کام ہو

کہا تب پریزاد نے ہاتھ لا — انگوٹھا دکھایا کہ اترا نہ جا

کہا پھر یہی کچھ نہین مہ جبین — لگی ہنسنے کہتے نہین رے نہین

یہ سن قوم کو اپنی اسنے بلا — تقید سے سب کو سنا کر کہا

کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کرو مت کمی — کہ ہے اک پرستان مین قید آدمی

جو تم مین سے لاویگا اسکی خبر — جواہر کے دونگا لگا اسکو پر

یہ سن اپنے سردار کا وہ کلام — تجسس مین پھرنے لگے صبح و شام

ہوا ایک کا ناگہان وان گذر — جہان قید مین تھا وہ خستہ جگر

وہ روتا جو تھا نالہ و آہ سے — تو کچھ اسکو آئی صدا چاہ سے

کہا کچھ تو ملتا ہے یان سے سراغ — کہ آتی ہے یان بوے گلزار باغ

وہ چوکی کے جو دیو تھے جا بجا — لگا پوچھنے کسکی ہے یہ صدا

کہا ماہرخ کا ہے قیدی یہان — کنوین مین تڑپتا ہے اک نوجوان

وہ تحقیق کر اور لے انکا بھید — اڑا شہر کو اپنے دیو سفید

کیا جا کے فیروز شہ کو سلام — سن آیا تھا جو کچھ سنایا تمام

کہا میرا مجرا ہے اب لائیے — جو دینے کہا ہے سو دلوائیے

یہ معمول تھا وان کے انعام کا — جواہر کے اسکو دیے پر لگا

داستان پیغام بھیجنے مین فیروز شاہ کے ماہرخ کو

یہ بھیجا پھر اس ماہرخ کو پیام — کہ کیون زیست کرتی ہے اپنی حرام

بنی آدمون کو تو چوری سے لا — بٹھاتی ہے گھر مین تعشق جتا
ترے باپ کو گر لکھون تیرا حال — تو کیا حال تیرا ہو پھر اے چھنال
عزیز اپنی رکھتی نہین جان کو — ابھی ہے کہ بھولون پرستان کو
ترا رنگ غیرت سے اڑتا نہین — تجھے کیا پریزاد جڑتا نہین
ہمارا اگئی بھول خوف و خطر — لگی رکھنے انسان پر تو نظر
بھلا چاہتی ہے تو اسکو نکال — کنوین مین جسے تو نے رکھا ہے ڈال
اور اسکی قسم کھا کہ پھر گر کہین — لیا نام اسکا تو پھر تو نہین
گیا ماہرخ کو یہ فرمان جب — ہوئی خوف سے وہ پریشان تب
کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی — کہو اسکو لیجائے یان سے کوئی
اگر اب مین لاگو ہوون اسکی کبھی — تو پھر پھونک دیجو مجھے تم تبھی
پر اتنا یہ احسان مجھ پر کرو — کہ اسکا پرستان مین چرچا نہ ہو
مرے باپ کو یہ نہ ہووے خبر — کہ پھر مین نہ ایدھر کی ہون نے ادھر
یہ سنکر جواب اسکا فیروز شاہ — چلا اپنے گھر سے جہان تھا وہ چاہ
سر چاہ پر جب وہ پہونچا شفیق — کہا انکو تھے وہ جو اسکے رفیق
کہ یہ سنگ اٹھڑے یہان سے ملے — کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے
وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگ راہ — دیا پھینک وان سے کسے مثل کاہ
وہ بادل سا سرکا جو اس چاہ سے — تو اک نور چمکا شب ماہ سے

اندھیرے سے اُس چاہ کے اُسکا تن / نظر یون پڑا جیسے کالے کا من

وہ من ڈالے اُس مین پڑا تھا جو وان / کہا اُس پریزادے نے سب کو ہان

نکالو امانت اسے اس نمط / کہ لیتے ہین بو مشک سے جس نمط

تمھین احتیاط اسکی اب ہی ضرور / سمجھیو اسے اپنی پُتلی کا نور

داستان کنوین سے نکلنے مین بنیظیر کے

قدح بھر کے لا ساقیِ باتمیز / کنوین سے نکلتا ہی یوسف عزیز

گئے دن خزان کے اور آئی بہار / مئے لالہ گون سے دکھا لالہ زار

گلابی جھمکتی پلا دے مجھے / سمان کوئی ایسا دکھادے مجھے

کہ وہ ماہ نخشب کنوین سے نکل / منازل کو اپنے پھرے برمحل

کوئی دیو تھا وان سکندر نژاد / کنوین مین اُتر کر بحسبِ مراد

الگ یون لے آیا کنوین سے نکال / کہ فوارہ جون آب کو دے اُچھال

لے آیا وہ جون خضر سوغات سے / نکال آب حیوان کو ظلمات سے

ہوے مست اُس نازبو سے وہ گل / کہ نکلا وہ سنبل سے مانندِ گل

اندھیرے سے نکلا وہ روشن بیان / کہ حرفون سے جون ہووین معنی عیان

وہ جیتا تو نکلا و لے اس طرح / کہ بیمار ہو نزع مین جس طرح

زبس اُسپہ آنے کا تھا اُسکو غم / کہے تو کہ بھرتا تھا اوپر کا دم

جمی خاک تن پر برنگِ زمین / گڑا جیسے نکلے ہے پُتلا کہین

نہ آنکھوں میں طاقت نہ تن میں توان
کہ جوں خشک ہو نرگس بوستان

نہ تن سرخ جو تھا سو پیلا ہوا
وہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا

وہ سر میں جو تھے اسکے سنبل سے بال
ہوے لاغری سے بدن کی وبال

فقط پوست باقی تھا اور استخوان
نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیان

بدن سے رگوں کی تھی اس ڈھب نمود
کہ الجھی ہو جیوں ریسمان کبود

بدن خشک وزرد اسطرح تھا وہ گل
خزان دیدہ ہو جس طرح برگ گل

وہ ناخن جو تھے اسکے مثل ہلال
سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدر کمال

یہ دیکھا جو احوال اسکا تباہ
تو روتا ہوا جلد فیروز شاہ

بٹھا تخت پر اپنے اسکو وہان
لے آیا وہ بیٹھی تھی جوگن جہان

رکھا تخت اک جا یہ اسکا چھپا
کہا پھر یہ جا کر کہ نجم النسا

چل اب تو کہ میں اسکو لایا یہان
یہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہان

روانی تھی از بس وہ اس ناؤکی
نہ سر کی رہی سدھ نہ کچھ پاؤنکی

کہا چل کہان ہے بتا تو مجھے
ذرا اسکی صورت دکھا تو مجھے

کہا رہ کے چلیو ذرا تھم رہو
کہ شادی بڑی ہے کہیں غش نہ ہو

یہ کہہ اور لے ہاتھ میں اسکا ہاتھ
لے آیا وہ جوگن کو وان ساتھ ساتھ

گیا آپ اس تخت پر بیٹھ اور
دکھایا اسے اور کہا کر تو غور

جسے ڈھونڈھتی تھی سو یہ ہی وہی
کہا ہان اسے ہان یہ وہی ہی وہی

یہ کہہ اور اُس تخت کے پاس آ
کہا اے پریزاد تو اُٹھ ذرا

کہ اس تخت کے گرد اکدم پھرون
بلائین مین دل کھول کر اسکی لون

کہا اُسنے ہنس کر بھلا دیکھ تو
تو اس بات پر سیر سے صدقے نہو

کہا اُسنے تب اپنی جوتی دکھا
ارے دیو تو کیون دوانہ ہوا

غرض وہ پریزاد سے نیچے اُتر
کھڑا ہو گیا تخت سے ہو اُدھر

یہ اُس تخت کے گرد پھرنے لگی
بلا اُسکی لے کے گرنے لگی

گلے لگ کے رونے لگی زار زار
کیا اپنے تن من کو اُسپر نثار

وہ دیکھے جو ٹک آنکھ اُٹھا بینظیر
تو نجم النسا ہے یہ دخت وزیر

کہا تو کہان اور کسکا یہ جوگ
کہان یہ لباس اور کہان تم یہ لوگ

کہا تیرے غم نے دوانہ کیا
کہ عالم سے اپنے یگانہ کیا

بغل کھول کر پھر تو آپس مین مل
وہ رو رہا کیے دیر تک متصل

بیان حال دونون جو کرنے لگے
دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگے

کہی سرگذشت اُسنے اُسدم تلک
کہ اسطرح پہونچے ہو تم ہم تلک

یہ سُن بینظیر اپنے دلسوز سے
لگا شاد ہونے اُسی روز سے

کیا ایک دن تو اُنھون نے مقام
چلے دوسرے دن وہ نزدیک شام

اُسی تخت پر بیٹھ کر وہ ادھر
کہ تھا نقش مطلوب اُنکا جدھر

وہ جوگن وہ فیروز شاہ اور وہ ماہ
چلے تخت پر بیٹھ ادھر کی راہ

پڑھے حرف مطلب زبس سوچ کر
تو بے کسر بیٹھے مثلث کے گھر

مربع نشین تھی جو بدر منیر
وہان اسکو لائی وہ دخت وزیر

اتارا وہین لا درختون مین تخت
دوبارہ کھلے ان درختونکے بخت

اکیلی اتر وان سے آئی ادھر
لیے سوگ بیٹھی تھی وہ مہ جدھر

یکایک جو آ وہ قدم پر گری
تو جھجکی وہ شہزادی اور کچھ ڈری

پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہی یہ
مرے درد و غم کی بروگن ہی یہ

کہا میری نجم النسا تو ہے جان
اری تیرے صدقے مری مہربان

ہمین تیرے ملنے کی کب آس تھی
کہ جینے سے اپنے ہمین یاس تھی

بہت اسنے چاہا کہ ہووے کھڑی
کھڑی ہوتے ہوتے وہین گر پڑی

کہا بار غم سے افاقت نہین
اری کیا کرون مجھ مین طاقت نہین

بلائین لگی لینے نجم النسا
لگی گرد پھرنے برنگ صبا

اسے شاہزادہ کا تھا حال یاد
جو دیکھا تو یان اس سے کچھ ہی زیاد

نہ گھر کی وہ رونق نہ اسکا وہ حال
گلون سے لگا دل تلک پائمال

پڑے سارے بیداشت دیوار و در
محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر

خواصین جو تھین پاس وہ نازنین
سو میلی کچیلی کہین کی کہین

نہ چوٹی گندھی اور نہ کنگھی درست
جو چالاک تھی بنگئی وہ بھی سست

ہر اک اپنے عالم مین دیکھو تو دنگ
اڑا رنگ چہرے کا مثل پتنگ

نہ آپس کی چہلین نہ وہ چہچہے
نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے

غم آلودہ ہر ایک زار و نزار
نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار

جو بیٹھین تو رونا جو اُٹھین تو غم
غرض بیٹھتے اُٹھتے آنسو تھم

چمن سارے ویران سے ہین پڑے
شجر گل کے اک جھاڑ سے ہین کھڑے

جو خود ہے تو حیران و بیمار سی
کہ جون زرد شیشے کی ہو آرسی

نہ تاب و توان اور نہ ہوش و حواس
ضعیف و نحیف و پریشان اُداس

یہ دیکھ اُسکا احوال نجم النسا
جلی شمع کی طرح آنسو بہا

ولیکن محل مین پڑی جب یہ دھوم
کیا مثل پروانہ اُسپر ہجوم

سنی ایک سے ایک نے یہ خبر
مبارک سلامت ہوئی یکدگر

کوئی غنچہ کی طرح کھلنے لگی
کوئی دوڑ کر اُس سے ملنے لگی

ٹکے کوئی صدقے کے لانے لگی
کوئی سر سے روٹی چھوانے لگی

کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی
اُدھر سے کوئی اور اِدھر سے کوئی

حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی
لگی کرنے آپس مین چرچا کوئی

ہوا سر پر اُسکے زبس ازدحام
لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام

کہا بی بیو کل کہو گی مین حال
کہ اب راہ کی ماندگی ہے کمال

وہ انبوہ جب کچھ ہوا برطرف
تو پھر دیکھ نجم النسا ہر طرف

کہا شاہزادی تو آتی نہین
اِدھر اپنی تشریف لاتی نہین

چلو چل کے آرام ٹک کیجیے — کچھ اک تم سے کہنا ہے سن لیجیے
گئی جبکہ خلوت مین بدر منیر — کہا مین لے آئی ترا بے نظیر
یہ سن ایک دم تو وہ غش کر گئی — کہے تو کہ حیرت مین آ مر گئی
تعجب سے پوچھا کہ سچ سچ ہے یہ — ویا چھیڑنے کو مرے کچھ ہے یہ
کہا مجھکو سوگند اس جان کی — غلط کہنے والی مین قربان کی
نشاط و خوشی کی خبر پا کے یک — نہین منھ پہ کہہ بیٹھتے بیدھڑک
کہا کیونکہ لائی کہا اس طرح — وہ سب کہدیا حال تھا جسطرح
ترا قیدی جا کر چھڑا لائی ہون — اور اک اور بندھوا اٹھا لائی ہون
کہا پھر وہ دونون کہان ہین کہا — درختون مین انکو رکھا ہے چھپا
عجب وقت مین ہین ہوئی تھی جدا — کہ دلبر کو تیرے دیا لا ملا
مگر ایک یہ آ پڑی بے بسی — کہ مین تیری خاطر بلا مین پھنسی
سوا ایک کو تو لے آتی ہو مین — ہوا دوسرے کو بتاتی ہو مین
یہ سن شاہزادی ہنسی کھلکھلا — کہا کیون اڑاتی ہے نجم النسا
اری ایک ہی تو بڑی قہر ہے — کہین تو ہی امرت کہین زہر ہے
چل اب چوچلے بس زیادہ نہ کر — انھین جا کے جلدی سے لے آ تو ادھر
کہا پھر پریزاد کے رو برو — بغیر از کسی کے رہی ہوگی تو
کہا وہ تو ایسا دوانا نہین — وہ اس بات کو کیا کہیگا نہین

اگر دل مین کچھ تیرے وسواس ہی
نہین دور وہ بھی ترے پاس ہی

ذرا پوچھ لیجو تو اُس بات کو
کہ وہ روبرو اُسکے ہو یا نہ ہو

یہ سُنکر شتابی گئی وہ نگار
لیا جاکے آہستہ اُنکو پکار

چھپائے ہوے لا بٹھایا وہان
وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکان

پھر اُس سے یہ پوچھا کہ ای بینظیر
کہے تو چلی آوے بدرِ منیر

کہا خیر ہے تجھکو رشکِ چمن
چھپے ہی کہین بھائی سے بھی بہن

مرا جان و مال اسپہ قربان ہے
کہ اسکے سبب سے مری جان ہی

مرا یہ تو ہمدم ہے ذرات کا
مجھے اس سے پردہ ہی کس بات کا

داستان بینظیر و بدر منیر کے ملنے کی اور اُسکے باپ کو بیاہ کا رقعہ لکھنے مین

مرے منھ سے ساقی ملا دے شراب
کہ ملتے ہین باہم مہ و آفتاب

یہ سُن سُن کے باتین وہ پردہ نشین
چلی آئی وان ناز سے نازنین

حیا سے پھر آکر جو بیٹھی وہ پاس
پھر آئے گئے اُسکے ہوش و حواس

نظر سے نظر جو ملی ایکبار
کیے چشم سے لعل و گوہر نثار

اُدھر اشکِ خونین ادھر چشم نم
اسے اِسکا غم اور اسے اُسکا غم

نہ وہ رنگ اُسکا نہ وہ اسکا حال
تن زرد زرد اور رُخ لال لال

بہم دو خزان دیدہ گلزار سے
ملے جیسے بیمار بیمار سے

عجب صحبت آپس مین اُس دم ہوئی
کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی

وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ
حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ

سرشکِ محبت بہانے لگے
اس احوال پر حیف کھانے لگے

اور اک طرف کو شاہزادہ نڈھال
لگا رونے آنکھون پہ دھر کر رومال

وہ مجروح دل تھی جو بدرِ منیر
لگی کھینچنے اپنی آہون کے تیر

چھپا منھ کو اس طرف سے نازنین
لگی کرنے تر دامن و آستین

پڑین غم کی باتین جو آدرمیان
یہ روئی کہ لگ لگ گئین ہچکیان

غرض دیر تک مل کے روتی رہی
جدائی کے داغون کو دھوتی رہی

رخِ زرد پر اشک گلگون بہا
بہار و خزان کو کیا ایک جا

کلیجون پہ جو داغ تھے بیشمار
سو آنکھون سے انکی دکھائی بہار

پھر آخر کو نجم النسا وہ شریر
لگی کہنے سنتی ہے بدرِ منیر

کیا چاہتی ہے تو اب قہر کیا
زیادہ نہ بس اپنی الفت جتا

مگر تیری خاطر یہ رویا ہے کم
کہ تو اور رو رو کے دیتی ہے غم

ذرا تن مین آنے دے اسکے توان
ابھی اسکو رونے کی طاقت کہان

یہ مردہ سا لائی ہون مین اسلیے
کہ دیکھے سے تیرے تشنا بی سے جیے

وہان مین سے لے اسکی نہین کی دوا
کہ ہے خانۂ یار دار الشفا

لے آئی ہون اسکو محبت کی دھن
جیا ہے فقط تیری ملنے کی سُن

اسے وصل کی اپنے دارو پلا
کسی طرح اس نیمجان کو جِلا

بس اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو | خدا پھر نہ تمکو رلاوے کبھو
نہین خوشنما پاس آئے ہوے | رہین دو جنے منہ تھوتھائے ہوے

یہ سن ہنس پڑے سب وہ آپس مین مل | پڑین جسطرح پھول گلشن مین کھل
بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط | اُچھلنے لگے دل سے عیش و نشاط

شب آدھی گئی جب تو خاصہ منگا | تکلف سے ہر اک کے آگے دھرا
عجب چہل سے سب نے آپس مین مل | کیا نوش حسبِ تمناے دل

پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے | الگ خوابگاہون مین جا سو گئے
اُٹھائے تھے جو جو کہ رنج و ملال | ہوے اس مزے مین وہ خواب و خیال

الگ ہو کے لیٹی جو وہ ماہرو | ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو
وہ گذرا ہوا یاد کر کر کے حال | لگی رونے آنکھون پہ دھر کر رُمال

کہا شاہزادے نے احوال سب | کنوین مین جو گذرا تھا رنج و تعب
کہ یون مین اندھیرے مین رو یا کیا | کنوین مین تن اپنا ڈبویا کیا

نہ پہونچا کوئی میرا فریاد رس | تڑپتا رہا دل برنگِ جرس
وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا | سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا

محبت نے یہ چاشنی اور دی | کہ میرے تئین جیتے جی گور دی
زمین سے نکلنے کی کب آس تھی | فلک کے مجھے ہاتھ سے یاس تھی

عجب طرح سے زیست کرتا رہا | تری جان سے دمبدم مرتا رہا

خدا ہی نے تجھسے ملایا مجھے — اُٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے
دیا شاہزادی نے روکر جواب — کہ مین نے بھی اک شب یہ دیکھا تھا خواب
ترے داغ کی دل مین جو بو گئی — مین اک رات روتی ہوئی سو گئی
تو کیا دیکھتی ہون کہ صحرا ہی ایک — اور اُس دشت و بر مین کنوان سا ہی ایک
صدا وان سے آتی ہے بدرِ منیر — ادھر آکہ یان قید ہے بینظیر
مین ہر چند چاہا کرون تجھ سے بات — وے لیگئی وان نہ کچھ مجھ سے بات
مری جان گو اُس طرف ڈھل گئی — اُسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی
عجب اُس گھڑی مجھپہ گذرا قلق — کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق
اُسی دن سے یہ حال پہونچا مرا — کہ مرتی رہی نام لے لے ترا
نہ دیتا تھا گو کوئی تیری خبر — وے تھا ترے غم سے دل کو اثر
گذرتا تھا وان تجھپہ جو صبح و شام — وہ اندھیر تھا مجھپہ روشن تمام
پہ کہتی مین کس سے یہ دردِ نہان — شب و روز جلتی تھی مین شمع سان
عجب طرح سے زیست کرتی تھی مین — کہ اُس زیست کرنے پہ مرتی تھی مین
اسی غم مین رہتی تھی لیل و نہار — کہ کیونکر ملاویگا پروردگار
مری شکل پر روکے نجم النسا — گئی اس طرح حال اپنا بنا
پھر آگے تو معلوم ہی تمکو سب — کہ ہم تم ملے پھر اُسی کے سبب
یہ آپس مین کہہ حال دل رو اُٹھی — وہ کہنے کو سوئی تھی بس سو اُٹھی

جو ملتے ہین بچھڑے ہوے ایک جا | انھین نیند باتون مین آتی ہے کیا
پریزاد نجم النسا وان جدی | الگ اپنی باتون مین سرگرم تھی
گئی رات حرف وحکایات مین | سحر ہو گئی بات کی بات مین
شب وصل کی جو سحر ہو گئی | تو سوتون کو گویا خبر ہو گئی
چھپا ماہ لے اپنے منھ پر نقاب | اٹھا بستر خواب سے آفتاب
صبوحی کو اٹھتا ہے جیسے مدام | شراب شفق سے بھرے اپنا جام
لیے روز کو ساتھ آنے لگا | وہ سوتون کو شب کے جگانے لگا
ہوا چشم وا جب وہ مژگان دراز | سپید و سیہ مین ہوا امتیاز
گیا عقدۂ صبح اسدم جو کھل | نکل آئے ایدھر ادھر سے وہ گل
اٹھے جبکہ آپس مین گلفام وہ | گئے باری باری سے حمام وہ
دوبارہ کیا سب نے اپنا سنگار | چمن مین نئے سر سے آئی بہار
وہ جوگن ہوئی تھی جو نجم النسا | جمی گرد وہ اپنے تن کی چھڑا
نہا دھو کے نکلی عجب آن سے | کہ الماس نکلے ہی جون کان سے
نہانے سے نکلا عجب اسکا روپ | نکل آئے بدلی سے جسطرح دھوپ
ولے آگ اسنے لگائی یہ اور | کہ پوشاک کی سرخ لالے کے طور
جلانے کو عاشق کے دکھلا پھبن | لیا سرخ لاہی کا جوڑا پہن
تمامی کی سنجاف اسپر لگا | طلا کی طرح سے دیا دگدگا

اُسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس | تصور مین ہو سرخ جسکے قیاس
بھبھوکا سا تن اور وہ منہ کی دمک | کہ جون شعلہ آتش سے اُٹھے بھڑک
نکیلی وہ اُٹھتی ہوئی چھاتیان | پھرین اپنے جوبن مین اٹھلاتیان
گلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک | تڑاقے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
وہ کنچن سی اُس مین کچین لال لال | بھرین رنگ سے قمقمی کی مثال
نلاہٹ وہ بھٹنی کی اس سے نمود | کہ جون سرخ چہرے پہ خالِ کبود
کہے تو لیے اپنے منہ پر نقاب | شفق مین چھپے جون مہ و آفتاب
بنت گرد کیونکر نہ اُسکے پھرے | کہ وان گوکھرو لہر کھا کھا گرے
وہ پاجامۂ سبز کمخواب اور | دوپٹہ بنارس کا سورج کے طور
جواہر سجا اپنے موقع سے کل | ترشح مین ہو جیسے نمدیدہ گل
وہ کنگھی کھچی اور وہ ابرو کھچے | ہر اک آن مین اپنے ہر سو کھچے
کھجوری وہ چوٹی زری کا موباف | کہ جون دود کے بعد شعلہ ہو صاف
عروسانہ اُسنے کیا جو لباس | تو آنے لگی خون کی اُسمین باس
بنی جبکہ اس رنگ وہ رشکِ حور | چلی آئی فیروز شہ کے حضور
پریزاد تو قتل ہی ہو گیا | کہے تو کوئی جان سے کھو گیا
حیا سے نہ کی بات سنے کچھ کہا | و لے جی سے قربان اُسپر رہا
وہ بن ٹھن کے آپس مین رہنے لگے | بہم راز دل اپنا کہنے لگے

خوشی سے ہوے بسکہ سرسبز دل
لگے سبزیان پینے آپس مین مل

ضیافت بہم مل کے کھانے لگے
وہ غم کھانے اُنکے ٹھکانے لگے

چھپی عیش و عشرت وہ کرتے رہے
پہ غیرون کے چرچے سے ڈرتے رہے

اگرچہ ہر اک وصل سے شاد تھا
وے ہجر کا غم اُنھین یاد تھا

یہ ٹھہرا کے نکلے وہ دو ماہرو
کہ اس بات کو کیجیے ایک سو

غضب ہے جو یون ہی دوبارا رہین
چھپے کب تلک آشکارا رہین

سہی ہے یہ تکلیف آرام کو
یہ ناکامیان ورنہ کس کام کو

نصیب اسطرح سے جو یاری کرین
عیان کیون نہ ہم خواستگاری کرین

جب آپس مین یہ مشورے ہو گئے
ادھر اور اُدھر مل کے دو دو گئے

وہ نجم النسا اور وہ بدر منیر
کچھ اک کرہا نہ وہ دونون شریر

رہین گھر مین پھر جا کے ماں باپ کے
کہ دیکھین گے اب ہم قدم آپ کے

نکل بے نظیر اور فیروز شاہ
کسی شہر مین رکھ کے فوج و سپاہ

کر اسباب سب سلطنت کا درست
پھر آئے اُسی جا پہ چالاک و چست

وہان کا جو تھا شاہ انجم سپاہ
جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

نامہ بھیجنا بے نظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری مین بدر منیر کی

کیا نامہ یون ایک اُسکو رقم
کہ اے شاہ شاہان و اے فخر جم

فریدون مثال و سکندر نژاد
مراد جہان و جہان مراد

جہانِ شجاعت زمانِ کرم ۔ دلِ رستم گُرد حاتم ہمم

مین وارد ہون یان ایک مہمان غریب ۔ لے آئے ہین مجھکو مرے یان نصیب

نوازش سے اپنی کرم کیجیے ۔ غلامی مین اپنی مجھے لیجیے

ہمیشہ سے ہی راہ و رسمِ شہان ۔ کہ وابستہ یون ہی ہی کارِ جہان

جہان پر ہی روشن کہ مین ماہ ہون ۔ ملک زادہ ابنِ ملک شاہ ہون

ہر اک مجھ سے واقف ہی برنا و پیر ۔ کہ ہے نام میرا شہِ بینظیر

بیان سب کیا ماضی و حال کا ۔ تجمل لکھا فوج و اموال کا

جتا کر بہت عجز اور انکسار ۔ لکھا یہ بھی اک حرف آخر کے بار

کہ جو ہووے برعکس شرعِ شریف ۔ وہ ہی اپنے مذہب مین اپنا حریف

اگر مانیے خیر تو مانیے ۔ نہین آپ آیا ہمین جانیے

گیا یہ جو مسعود شہ کو پیام ۔ سنا اور پڑھا خط کا مضمون تمام

سمجھ اُسکا مضمون مسعود شاہ ۔ کہ اتنی ہے فوج اور یہ کچھ سپاہ

اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو ۔ پھر آگے خدا جانے کیا رنگ ہو

اور آخر بھی ہے زمانے کی چال ۔ کہ پیوند ہوتے ہین باہم نہال

نہ تازی یہ کچھ رسم پیوند ہے ۔ ہمیشہ سے عالم برومند ہے

جوابِ نامۂ بینظیر کا ملک مسعود شاہ سے

لکھا نامہ اُسکے یہ اک در جواب ۔ کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب

لکھا بعد حمد و ثنائے خدا | پس از نعت احمد شہِ انبیا
کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا | وہ رازِ نہان اپنے ہاتھون کھلا
شریعت کے عالم مین مجبور ہین | نہین اپنے نزدیک ہم دور ہین
اگر ہم کبھی اپنے دعوے پر آئین | تمہارے فلک کو نہ خاطر مین لائین
ابھی گھر سے نکلے ہو لڑکون کی طور | نہین نیک و بد پر تمھین اپنے غور
کسی پاس دولت یہ رہتی نہین | سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہین
و لے کیا کرین رسمِ دنیا ہے یہ | وگرنہ گھمنڈ آپ کا کیا ہے یہ
ز بس پاس ہے ہمکو شرعِ رسول | سو اسواسطے کرتے ہین ہم قبول
خلافِ پیمبر کسے رہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
اک اچھی سی تاریخ ٹھہرائیے | دیا حکم ہم نے تمھین آئیے
گیا ایلچی لے کے نامہ اُدھر | اُڑی ہر طرف یہ خوشی کی خبر
سُنی یہ جو نامہ کی گفت و شنید | ہوئی شاہزادے کو گویا کہ عید
کشادہ ہوئے دل جو تھے غم سی تنگ | اُسی دن سے ہونے لگے راگ و رنگ
ہوئین برطرف سب دل آزاریان | لگین ہونے شادی کی تیاریان
بلا شگنیون کو بتا سال و سن | مقرر کیا نیک ساعت کا دن

داستان بینظیر اور بدر منیر کے بیاہ کی اور اُسکے تجمل مین

کدھر ہے تو اے ساقیِ گلبدن | دھری آج اُس شمع رو کی لگن

بلا مطربانِ خوش آواز کو
کہ آوین لیے اپنے سب ساز کو

وہ اسباب شادی کا تیار ہو
مکرر نہ پھر جسکی تکرار ہو

بڑی خواہشون سے جب آیا وہ روز
چڑھا بیاہنے وہ مہِ شب فروز

محل سے نکل جب ہوا وہ سوار
بجے شادیانے بہم ایک بار

کرون اُس تجمل کو کیونکر عیان
کہ باہر ہے تقریر سے یہ بیان

وہ دولھا کے اُٹھتے ہی اک غُل پڑا
لگا دیکھنے اُٹھ کے چھوٹا بڑا

کوئی دوڑ گھوڑون کو لانے لگا
کوئی ہاتھیون کو بٹھانے لگا

لگا کہنے کوئی ادھر آئیو
ارے رتھ شتابی مری لائیو

کسی نے کسی کو پکارا کہین
نہ لانے پہ میانے کے مارا کہین

کوئی پالکی مین چلا ہو سوار
پیادون کی رکھ اپنے آگے قطار

جو کثرت مین دیکھا کہ گاڑی نہین
کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہین

سپر اور قبضے کھڑکنے لگے
سوارون کے گھوڑے بھڑکنے لگے

ٹکورے وہ نوبت کے اور اُنکے بعد
گرجنا وہ دھوسون کا مانند رعد

وہ شہنائیون کی سُہانی دھنین
جنھین گوش زہرہ مفصل سُنین

ہزارون تمامی کے تختِ روان
اور اہلِ نشاط اُن پہ جلوہ کنان

وہ طبلون کا بجنا اور اُنکی صدا
یہ گانا کہ اچھا بنا لاڈلا

وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار
وہ موتی کا سہرا جواہر کے ہار

ٹھٹھک کر وہ گھوڑونکا چلنا سنبھل
ٹھمک کی وہ دونون طرف تورچھل

وہ فانوسین آگے زمرد نگار
کہ ہو سبز مینا جنھون پر نثار

دو رستہ جو روشن چراغان ہوے
پتنگے خوشی سے غزلخوان ہوے

ہوا دل جو روشن چراغان سے
پڑھے شعر نوری کے دیوان سے

چراغون کے تر پو سے لیے جا بجا
اور ان مین وہ بازاریون کی صدا

کوئی پان بیچے کھلونے کوئی
کوئی دال موٹھ اور سلونے کوئی

تماشائیون کا جدا اک ہجوم
پتنگے گرین جون چراغان پہ جھوم

کڑکنا وہ نوبت کا باجون کے ساتھ
گرجنا وہ دھونسون کا ڈنکونکے ساتھ

براتی ادھر اور ادھر جوق جوق
وہ آواز قرنا اور آواز بوق

وہ کالے پیادے اور انکی نفیر
کہ تا چرخ پہونچے صدا انکی پیر

وہ آرائش اور گل کئی رنگ کے
وہ ہاتھی کہ وہ دیو تھے جنگ کے

وہ ابرک کی ٹٹی وہ مینے کے جھاڑ
کہے تو کہ تنکے کی اوجھل پہاڑ

دو رستہ برابر برابر وہ تخت
کسی پر کنول اور کسی پر درخت

وہ رنگین کنول اور وہ شمع و چراغ
کھلے جس طرح لالۂ نور باغ

جہانتک نظر آوے انکی قطار
طلسمات کی سی ہوا پر بہار

انارون کا دغنا پھلجڑیے کا زور
ستارون کا چھٹنا پٹاخون کا شور

اڑایا ستارون کو جو آگ نے
تو ہاتھی لگے بن کے ملے بھاگنے

وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار
ہر اک رنگ کی جس سے دونی بہار

دھوان چھپ گیا نور مین نور ہو
سیاہی اڑی شب کی کافور ہو

سراسر وہ مشعل کے ہر طرف جھاڑ
کہ جون نور کے مشتعل ہون پہاڑ

زری پوش سردار سب یکدگر
پھرین برق کی طرح ادھر اُدھر

کہے تو کہ نزدیک اور دور سے
زمین اور زمان بھر گیا نور سے

عجب آئی وہ دُلہن کے گھر پر برات
کہون وان کے عالم کی کیا تجھ سے بات

ہوا وانکی صحبت کی رشکِ بہشت
دھرے تخلخے گردِ عنبر سرشت

کھڑے بادلون کے وہ خیمے بلند
کرین عالمِ نور جسکو پسند

عجب مسند اک جگمگی اور فرش
تمامی کے عالم کا چوکور فرش

بلورین دھرے شمعدان بیشمار
چڑھین موم کی بتیان چار چار

نئے رنگ کے اور نئے طور کے
دھرے ہر طرف جھاڑ بلور کے

تماشائیون کی یہ کثرت کہ بس
ملے ایک سے ایک سب پیش و پس

دو زانو زری پوش بیٹھے تمام
شرابِ خوشی کے پیے نوش جام

وہ دولھا کا مسند پہ جا بیٹھنا
برابر رفیقون کا آ بیٹھنا

طوائف کا اُٹھنا وہ انداز سے
دکھانی وہ آ صورتین ناز سے

کرون راگ اور ناچ کا کیا بیان
قدیمی کسی وقت کا سا سمان

وہ اربابِ عشرت کا آپس مین مل
جمانا کھڑے راگ کا دیکے دل

وہ آمین کی تانین ادھر اور اُدھر
ملے سُر طنبورون کے با یکدگر

اور اُس صف سے اک چھوکری کا نکل
جتانا ہنر اپنا پہلے پہل

اُلٹنا وہ ٹھوکر کو دیدے کے تال
وہ بوٹا سا قد اور ٹھسے کی چال

کبھی پر ملوں کی دکھائی ادا — کہ جوں ٹوٹ کر ہووے بجلی ہوا

کبھی گھٹ سری ناچنا ذوق سے — کہ تیورا کے عاشق گرے شوق سے

ادھر کی تو یہ گت اور اسکا سبھاؤ — ادھر اوٹ مین نائکہ کا بناؤ

کھڑے ہوکے دو گھونٹ حقہ کے لے — چبا پان اور رنگ ہونٹھوں پہ دے

انگوٹھے کی لے سامنے آرسی — وہ صورت کو دیکھ اپنی گلزار سی

الٹ آستین اور مہری کا چاک — نئے سر سے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک

بنا کنگھی اور کرکے ابرو درست — جھٹک دامن اور ہوکے چالاک و چست

دوپٹے کو سر پر الٹ اور سنبھل — یکایک وہ صف چیر آنا نکل

پکڑ کان اور گھونگروؤں کو اٹھا — پہن پانوؤں مین اپنے سر سے چھوا

ادھر اور ادھر رکھ کے کاندھے پہ ہاتھ — چلی ناچتی آنا سنگت کے ساتھ

فتح چند کے ہاتھ کی مورت ایک — لجائی ہوئی چاند سی صورت ایک

کبھی ناچنا اور گانا کبھی — رجھانا کبھی اور بتانا کبھی

خوش آوازیوں سے وہ گانا خیال — دکھانا پھر اک دم مین اپنا کمال

وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ — وہ جی کی خوشی اور وہ دل کی ترنگ

وہ پھولوں کے گہنے کناری کے تار — وہ بیٹھی ہوئی رنڈیوں کی قطار

وہ پیڑوں کے پتے پڑے ہر طرف — دل جیسے دیکھ ہو برطرف

ادھر کا تو یہ رنگ تھا اور راگ — محل مین ادھر گھوڑیان اور سہاگ

وہ گھڑی وہ شادی مبارک وہ ڈھول — وہ ٹونے سلونے وہ میٹھے سے بول

اُترنے کی وان سمدھنون کے پھبن / کھِلین پھول جیسے چمن در چمن

گلے مین پہننا وہ ہنس ہنس کے ہار / شتاسٹ وہ پھولون کی چھڑیونکی مار

دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ / وہ آپس کی رسمین وہ آپس کے چاؤ

قہاقہی ہنسی شور و غل تالیان / سُہانی سُہانی نئی گالیان

غرض کیا کہون تاب مجھ مین نہین / نہ دیکھے گا عالم کوئی یہ کہین

داستان نکاح ہونا بینظیر کا ساتھ بدر منیر کے اور شادی نجم النسا کی پری زاد سے اور رخصت ہونا آپس مین

چھکا ہون نشے مین بہت ساقیا / مجھے بدلے اب مے کے شربت پلا

کسی پر نہ ایسا ہو جو بار ہون / کہ پھر مین گلے کا ترے ہار ہون

ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان / پلا سب کو شربت دیے ہار پان

اُٹھا پھر تو نوشہ وہ بعد از نکاح / محل مین بلانے کی ٹھہری صلاح

چلا یون وہ دولھا دُلھن کی طرف / اُڑے جیسے بلبل چمن کی طرف

وہانتک پہونچتے ہوے کیا کہون / ہوے ٹوٹکے لاکھ بہرِ شگون

ہوا لیکن اُسوقت دونا مزا / کہ دولھا دُلھن جب ہوے ایکجا

عروسی وہ گہنا وہ سوہا لباس / وہ منہدی سُہانی وہ پھولونکی باس

مَلا سُرخ جوڑے پہ عطرِ سُہاگ / کھلے ملکے آپس مین دونونکے بھاگ

دکھا مصحف اور آرسی کو نکال / دھرا بیچ مین سر پہ آنچل کو ڈال

نہ تھا وصل اس طرح کا دھیان مین / خدا نے کیا آن کی آن مین

عجب قدرت حق نمایان ہوئی / جسے آرسی دیکھ حیران ہوئی
وہ جلوے کا ہونا وہ شادی کی دھوم / وہ آپس مین دولہا دُلہن کی رسوم
کسی نے پسائے سروچ آنکر / کوئی گالیان دے گئی جان کر
سُہاگا گئی کان کو کوئی لگا / گئی کوئی دُلہن کی جوتی چھپا
وہ شیرین جو بیٹھی تھی شیرین بنی / نبات اُسکی چُننے بنے کو بنی
چٹائی نبات اُسکے [illegible] گھات سے / کہ ڈھکا دیا ہر گھڑی بات سے
زبس دا[illegible] تھا اُسکا ہرجا پہ بند / سبھی جا سے اُسنے چینی کر پسند
[illegible]ٹھائی ڈلی اُسکی آنکھون سے یون / کرین نوش بادام شیرین کو جون
ڈلی وہ جو ہونٹون کی تھی لب ملی / وہ مصری کی مُنہ سے اُٹھالی ڈلی
کمر سے اُٹھائی ڈلی اس طرح / کہ ہان ہون نہین کی نہین جس طرح
ذرا پانؤن پر کی اُٹھاتے اُڑا / نہین اور ہان کا عجب غل پڑا
یہ ظاہر کی تکرار تھی بار بار / وگرنہ دل اُس پانؤن پر تھا نثار
عجب طرح کی رنگ رلیان ہوئین / کہ باتین وہ مصری کی ڈلیان ہوئین
وہ سب ہو چکی جبکہ رسم و رسوم / سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم
سحر کا وہ ہونا وہ ٹونے کا وقت / وہ دُلہن کی رخصت وہ رونے کا وقت
کھڑے سب کا ناچار مُنہ دیکھنا / کہ یارب یہ کیا ہے جہان دیکھنا
وہ دُلہن کا رو رو کے ہونا جدا / وہ مان باپ کا اور رونا جُدا
نکلتے وہ جانا محل سے جہیز / کہ جون چشم سے اشک ہو موج خیز

یہان موت ہے اہل عرفان کو | کہ جانا ہی اک دن یون ہی جان کو
وہ جو دردمندی سے ہین آشنا | وہ شادی کا لیتے ہین غم سے مزا
وہ دولھا نے دُلھن کو گودی اُٹھا | بٹھایا محافے مین آخر کو لا
چلے لیکے چنڈول جسدم کہار | کیا دو طرف سے زر اُس پر نثار
کھڑے تھے جو وا اچشم و برشگیے | ہو برشان انھون نے نچھاور کیے
ادھر اور اُدھر اپنے سہرے کو چیر | وہ اک چاند اُمنھ دکھا بےنظیر
سوار اپنے گھوڑے پہ ہو کر شتاب | کہ جون صبح ہووے بہ آفتاب
دکھاتا ہوا حشمت و عظم و شان | لیے ساتھ ساتھ اپنی نوبت نشان
وہ پیچھے تو چنڈول مین رشک ماہ | اور آگے وہ خورشید عالم پناہ
پھر اگھر کو اپنے قدم با قدم | سواری لگا گھر مین اُترا صنم
غرض اس طرح جب وہ دُلھن کو بیاہ | لے آیا جہان اُسکی تھی عیش گاہ
ہوئی وہ جو ہوتی تھی رسم و رسوم | کہ ظاہر مین تھی یہ بھی درکار دھوم
اُٹھایا اُسی دھوم مین لگتے ہاتھ | پریزاد کا بیاہ چوتھی کے ساتھ
وہ نجم النسا تھی جو دُختر وزیر | گیا اُسکے والد سے کہنے بےنظیر
کہا باپ کو اُسکے اے خیر خواہ | مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ
سو مین تجھ سے رکھتا ہون اک التجا | کہ تو اپنی فرزندی مین اُسکو لا
غرض ہر طرح کر رضامند اُسے | کیا چال مین اپنے پابند اُسے
پریزاد تھا وہ جو فیروز شاہ | دیا اُسکو نجم النسا سے بیاہ

اُسی دھوم سے اور اُسی فوج سے — اُسی شان سے اور اُسی اوج سے
وہی سب تجمل وہی سب رسوم — ہوئی تھی جو کچھ بیاہ مین اُسکے دھوم
دقیقہ نہ چھوڑا کسی بات مین — برابر رہی چہل دن رات مین
اُسی طرح اُسکو بیاہا غرض — جو کچھ قول تھا سو نباہا غرض
خدا راست لایا اُنھون کے جو کام — برآئے دلون کے مطالب تمام
ہوئین متصل بیاہ جو دو شادیان — بسین ایک جا چار آبادیان
پھرے دن تو اپنے وطن کو پھرے — وہ آشفتہ بلبل چمن کو پھرے
وہین سے لیے حرمت و جان و مال — چلے شہر کو اپنے وہ حال حال
وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ — فلک پر سے ہو مثلِ خورشید و ماہ
رضا اُنسے لیکر اُسی آن مین — گئے شاد و خرم پرستان مین
یہ اقرار چلتے ہوے کر گئے — کہ گو تم اُدھر اور ہم ایدھر گئے
تم اس غم سے مت ہوجیو سینہ ریش — کہ ہم تم سے ملتے رہین گے ہمیش
تسلی وہ دیکر اُدھر کو چلے — یہ ایدھر لیے اپنا لشکر چلے

داستان بینظیر کی بدرمنیر کو اپنے وطن لیجانے اور ماں باپ سے ملاقات کرنے مین

پلا ساقیا آخری ایک جام — کہ ہوتی ہے اب یہ کہانی تمام
وہ نزدیک پہونچے جب اس شہر کے — گیا پاس جا خیمہ اک نہر کے
گیا جبکہ خلقت نے تفتیش حال — اور آنکھون سے دیکھا وہ بدرِ کمال

پڑا شہر میں یک بیک پھر یہ غُل ۔ کہ غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل

خبر یہ ہوئی جبکہ ماں باپ کو ۔ کیا گم اُنھوں نے وہیں آپ کو

زبس دل تو تھا یاس ہی سے بھرا ۔ یہ سُن ہاتھ اور پانوں گئے تھرتھرا

لگے رونے آپس میں زار و نزار ۔ کہا ہاے ہمکو نہیں اعتبار

ملا دینگے ہم سے ہمارا حبیب ۔ یہ دشمن نہیں ایسے اپنے نصیب

یہ ہوگا کوئی دشمنِ ملک و مال ۔ سو میں آپ ہی ہوں گرفتار حال

کوئی اسکا وارث تو آخر نہیں ۔ وہی لیکے جاوے یہ جھگڑا کہیں

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی ۔ یہ بیٹا تمھارا وہی ہے وہی

مگر رسنا جبکہ بیٹے کا ناؤں ۔ چلا پھر تو روتا ہوا ننگے پانوں

وہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا اُدھر ۔ پڑی باپ پر جو ہی کا یک نظر

جو ہیں اپنے کعبے کو دیکھا رواں ۔ چلا سر کے بل بے نظیر جہاں

گرا پانوں پر کہہ کے یہ باپ سے ۔ خدا نے دکھائے قدم آپ کے

سُنی یہ صدا جو ہیں اُس ماہ کی ۔ تو اس غم رسیدہ نے اک آہ کی

اُٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا ۔ لپٹ کے گھڑی دو تلک خوب سا

یہ رویا یہ رویا کہ غش کر چلا ۔ کہے تو کہ آنسو کا لشکر چلا

ملے پھر تو آپس میں وہ خوب سے ۔ کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے

وہ گل گُل شگفتہ ہوا گُل کی طرح ۔ یہ گل کی طرح اور وہ بُلبُل کی طرح

ہوے شاد و خرم صغیر و کبیر ۔ چلے لیکے نذریں امیر و وزیر

…ئے عیش سے سب کو مستی ہوئی — نئے سر سے آباد بستی ہوئی

بڑی دھوم سے اور بڑی آن سے — بجاتے ہوئے نوبتین شان سے

وہ پھولا جو تھا ہجر کے داغ مین — ہوئے جا کے داخل اُسی باغ مین

زنانی سواری اُتروا کے ساتھ — پکڑ اُس گُل نوشگفتہ کا ہاتھ

در آمد ہوا گھر مین سروِ رواں — لیے ساتھ اپنے وہ غنچہ دہان

کہ اتنے مین آگے نظر جو پڑی — تو دیکھا کہ ہے راہ مین مان کھڑی

بہی چشم سے آنسوون کی قطار — گرا مان کے پانوُن پہ بے اختیار

وہ مان خوب بیٹے کے لگ کے گلے — یہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے

بہو اور بیٹے کو چھاتی لگا — وہ دونون کی دو ہاتھ سے لے بلا

ہوئی جان اور جی سے اُن پر نثار — پیا پانی اُن دونون پر وار وار

جگر پر جو تھے درد اور غم کے داغ — بجھے وصل سے ہجر کے وہ چراغ

سب آپس مین رہنے لگے مل ملا — پھر آئے چمن مین وہ گل کھل کھلا

وہ آنکھین جو اندھی تھین روشن ہوئین — زمینین جو تھین خشک گلشن ہوئین

رئیس باپ مان کو تھی سہرے کی چاہ — دوبارہ اُنھون نے کیا اُسکا بیاہ

لکھون گھر مین اُس بیاہ کی دھوم دھام — تو پھر یہ کہانی نہ ہووے تمام

بنا اُنکی تقدیر کا جو بناو — نکالی اُنھون نے یہ سب دل کی چاو

وہ جیسی کہ اُس باغ مین تھی خزان — بسے آکے پھر اُس مین سب گلرخان

محل مین عجائب ہوئے چہچہے — وہ مُرجھائے گُل پھر ہوئے لہلہے

ہوا شہر پر فضل پروردگار — وہی شاہزادہ وہی شہریار

وہی لوگ اور وہ ہی چرچے تمام — وہی ناز و انداز کے اپنے کام

وہی بلبلیں اور وہی بوستاں — شگفتہ گل و مجمع دوستاں

انھوں کے جہاں میں پھرے جیسے دن — ہمارے تمھارے پھریں ویسے دن

ملیں سب کے بچھڑے الٰہی تمام — بحق محمد علیہ السلام

ہوے جیسے وہ شاد ہوں شاد ہم — رہیں شہر میں اپنے آباد ہم

رہے شاد نواب عالی جناب — کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب

خوشی اُسکی ہے سرو باغ مراد — رہے روشن اُسکا چراغ مراد

بحق حسین و بحق حسن — رہوں شاد میں بھی غلام حسن

ذرا منصفو داد کی ہے یہ جا — کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا

زبس عمر کی اس کہانی میں صرف — تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف

جوانی میں جب بنگیا ہوں میں پیر — تب ایسے ہوے ہیں سخن بے نظیر

نہیں مثنوی ہے یہ اک پھلجھڑی — مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی

نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں — نہیں مثنوی یہ ہے سحر البیان

رہیگا جہاں میں مرا اس سے نام — کہ ہے یادگار جہاں یہ کلام

ہر اک بات پر دل کو میں خوں کیا — تب اس طرح رنگیں یہ مضموں کیا

اگر واقعی غور ٹک کیجیے — صلہ اسکا کم ہے جو کچھ دیجیے

غرض جسنے اسکو سنا یہ کہا — حسن آفریں مرحبا مرحبا

جو منصف سنین گے کہین گے یہی — نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی
مرے ایک مشفق ہین مرزا قتیل — کہ ہین شاہراہِ سخن کی دلیل
سُنی مثنوی جب یہ مجھ سے تمام — دیا اسکی تاریخ کو انتظام
زبس شعر کہتے ہین وہ فارسی — ہر اک شعر اُنکا ہے جون آرسی
اُنھون نے شتابی اُٹھا کر قلم — یہ تاریخ کی فارسی مین رقم

تاریخ طبع زاد مرزا قتیل

پے تفتیش تاریخ این مثنوی — کہ گفتش حسن شاعرِ دہلوی
زدم غوطہ در بحرِ فکرِ رسا — کہ آرم بکف گوہرِ مدعا
بگوشم ز ہاتف رسید این ندا — بر این مثنوی باد ہر دل فدا

تاریخ طبع زاد مصحفی

میان مصحفی کو جو بھایا یہ طور — اُنھون نے بھی کر فکر از راہ غور
کہی اسکی تاریخ یون برمحل — یہ بتخانۂ چین ہے بے بدل

تاریخ فخر الدین ماہر

سُنی جبکہ ماہر نے یہ مثنوی — تو محظوظ ہو فکر تاریخ کی
یہ مصرع پڑھا وہین پا کر فرح — ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح

۱۱۹۹ھ

تمت

خاتمۃ الطبع - سبحان اللہ کہ قصۂ بےنظیر بدر منیر مشہور بہ **مثنوی میر حسن** منظومۂ سردفتر شعرائے زمن **میر حسن** مرحوم باہتمام ہیچمدان خاکسار ابوالحسنات **قطب الدین احمد** غفرلہ اللہ الصمد بہ دیر اثر **چوتھی بار** ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۵ عیسوی مطابق ماہ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۳۳ ہجری **مطبع نامی** لکھنؤ مین چھپی

اشتہارات

عامر و صفیہ یا عبرت انگیز - یہ ناول دیکھنے کے لائق
زبان اچھی محاورات صحیح نتیجہ پُر اثر قیمت فی جلد ۲ ر

خون جگر یا نیلوفر - یہ سچا تاریخی ناول سلطنت عثمانیہ
غازی سلطان مراد خان اول حاکم سرویا و بلگیریا کی جنگ
اور شاہزادی نیلوفر کے واقعات کا فوٹو ہے قیمت فی جلد ۵ ر

سلیم و مہر النساء - اس ناول میں تاریخی اصول سے شاہنشاہ
نور الدین سلیم مخاطب بہ جہانگیر شاہ اور بانو مہر النسا ملقب
بہ نواب نور جہان بیگم کی مواصلت اور آپس کی محبت کا فوٹو
اتارا ہے قیمت فی جلد ۴ ر

خورشید بہو - یہ ناول اخلاقی ناولوں میں اعلےٰ درجہ کا
ناول ہے زبان صاف اصطلاحات صحیح مضمون پاکیزہ عبرت انگیز
درد آمیز شریف مرد عورت بیاہی کنواری دونوں کی اصلاح
اخلاق کے واسطے مفید ساری کتاب میں کوئی لفظ فحش
یا غیر مانوس نہیں قیمت فی جلد ۲ ر

جذبۂ حسن - یہ ناول انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے جسکے
مؤلف لارڈ لٹن صاحب بہادر تھے ہنی وڈ ورجلینڈ کا ہمیں
دکھڑا اگایا گیا ہے قیمت فی جلد ۸ ر

جفای ناز - حضرت وحشی نگرامی کی تالیفات سے جسم بردو دید
دل بھی آنکھوں سے لگا لینے کے لائق ہے بندش حسب محاورات
درست عبارت خوب قصہ مرغوب بول چال پیاری
...الیسی چیز پر دل صدقے جان واری قیمت فی جلد ۵ ر

...ب حسن - یہ ناول منشی محمد عبد الحفیظ صاحب کی
...ت کا بہت اچھا نمونہ ہے قیمت فی جلد ۱ ر

...لفتی - یہ سچا قصہ بطرز ناول منشی عبد الحفیظ
...سب انسپکٹر کی تالیفات سے ہے قیمت فی جلد ۴ ر

...یہ سلطانہ - اس ناول میں وہ عجیب و غریب حیرت انگیز سرگذشت
...ئی ہے جو پہلی صدی ہجری کی یادگار سی ہے قیمت فی جلد ۴ ر

اشک خون یا لاڈلا بیٹا - اس ناول میں اولاد کو
تعلیم و تربیت سے بے بہرہ رکھنے کے خراب نتائج دکھائے
گئے ہیں قیمت فی جلد ۴ ر

دلبر - اس ناول میں جناب عبد الشکور صاحب فرحت
گورنمنٹ آف انڈیا بی ڈبلو ڈی نے ان حالات کا فوٹو
اتارا ہے جو دقت تعلیم نسوان نوجوان معلموں کے سبب سے
پیدا ہوکے بقیۃ العمر لڑکیوں سے خون تھکواتے اور
انکے والدین سے کوئیں جھکواتے ہیں قیمت فی جلد ۶ ر

رہبر - اس ناول میں جناب ڈاکٹر سید احمد حسین صاحب نے
ایک سچے بہادر باوفا عاشق اور معشوق کا نہایت تہذیب
سے فوٹو دکھایا ہے رزم - بزم کسیکو ہاتھ سے جانے نہیں دیا
جو باتیں ناول میں ضروری ہیں وہ سب اسمیں موجود ہیں
زبان اچھی قصہ عمدہ نتیجہ بہتر - قیمت فی جلد ۱۲ ر

محبوس کنشت - اگرچہ یہ ناول کے طرز پر لکھا گیا ہے مگر
یہ صحیح تاریخ اوسی زمانہ کی ہے کہ جب ہجری ۴۵۵ھ
لکھا جاتا تھا اور غازی سلطان محمود مرحوم نے اسلامی
حملوں سے خون کے دریا بہا دیے بہادر چھتریوں کے
ہاتھوں کے طوطے اوڑا دیے تھے یہ ناول نہیں ہے بلکہ
جنگ سومنات کا پورا فوٹو ہے قیمت فی جلد ۱۰ ر

خواب عبرت - یہ ناول اسم با مسمی بڑی عبرت کا قصہ ہے
پڑھنا تو در کنار نام لیتے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں قیمت فی جلد ۱ ر

عثمان مریم - مؤلفہ لائف انشورنس ایجنٹ لکھنؤ
جسمیں جنگ صلیبی کے بعض جنگ اور سلاطین یورپ کے
مختصر سوشل حالات کے ساتھ پردۂ نسوان کے فوائد کا
ذکر ہے قیمت فی جلد ۱۲ ر

خون آرزو - نہایت حسرت انگیز نتیجہ خیز ناول حضرت
وحشی کی یادگار سے ہے قیمت فی جلد ۴ ر

اشتہارات

نسیم آرزو - اس ناول کی خوبی عبارت پر اگر لحاظ نہ کیا جاوے تو بھی عبرت آمیز درد کا بھرا ہوا قصہ ہے قیمت فی جلد ۳/

رشید و زہرہ - یہ نہایت دلچسپ ناول ہے قیمت فی جلد ۴/

عمیر و ریحانہ - اس ناول میں پولیس کی کارروائی اچھی دکھائی گئی قیمت فی جلد ۲/

منصور خورشید جمال - یہ ناول سوختہ دلوں کی آتش شوق بھڑکانے کے واسطے اچھا خاصہ آلہ اور برشتہ جگروں کو جلا جلا کے مارنے کے واسطے بیڈھب آتش کا پرکالہ ہے قیمت فی جلد ۴/

جفای حسن - اس ناول میں ایک شریف خاندان کے مدوجزر کو عبرتناک الفاظ میں لکھا ہے قیمت فی جلد ۴/

سعید و زکیہ - اس ناول میں مؤلف نے یہ لطف دکھایا ہے کہ پورا پورا قصہ ہیرو کی زبان سے بیان کیا ہے اور اس مثل کو اپنی بیتی آپ خوب کہی جاتی ہے سچ کر دکھایا ہے قیمت فی جلد ۴/

معشوقۂ عرب - اس ناول میں لائق مصنف نے اہل عرب اور ترک کے طرز تمدن کا اچھے پیرایہ میں فوٹو اتارا ہے قیمت فی جلد ۸/

جنتری صد سالہ - ابتداء سنہ ۱۸۲۱ء لغایت سنہ ۱۹۲۰ء مطابق سنہ ۱۲۳۶ لغایت سنہ ۱۳۳۹ ہجری مرافق سنہ ۱۲۲۸ لغایت سنہ ۱۳۲۸ فصلی موافق سمت ۱۸۷۷ لغایت سمت ۱۹۷۷ بکرمی قیمت فی جلد ۸/

جنتری بست سالہ - ابتداء سنہ ۱۹۰۱ء لغایت سنہ ۱۹۲۰ء و سنہ ۱۳۱۸ لغایت سنہ ۱۳۳۹ھ و سنہ ۱۲۹۸ لغایت سنہ ۱۳۲۸ فصلی و سمت ۱۹۵۷ لغایت سمت ۱۹۷۷ بکرمی قیمت فی جلد ۴/

عجائب المخلوقات اُردو - یہ کتاب اول عربی زبان میں تھی پھر فارسی میں اسکا ترجمہ ہوا بعد اسکے اُردو زبان میں ترجمہ ہو کے چھپی ہمیشہ بادشاہ سے لیکے فقیر تک کو اس نادر اور جامع علوم کتاب کو حرز جان بنانے کا شوق رہا ہے زائد تعریف بیکار ہے قیمت فی جلد ۲/

گلدستۂ یوسفی - اس کتاب میں خواجہ محمد یوسف صاحب یوسف نے بڑی کوشش اور جانکاہی سے اکثر نامی اور لائق شعرا کی غزلیں انتخاب کر کے ردیف وار لکھی ہیں بڑی بات یہ ہے کہ اسوقت عام گلدستوں اور ادن کتب سے جنہیں متفرق شعرا کی غزلیں لکھی گئی ہیں یہ گلدستہ منتخب ہے قیمت فی جلد ۹/

کلیات صبا - یہ کلام فصاحت انضمام میر وزیر علی مرحوم تخلص صبا شاگرد خواجہ حیدر علی مرحوم تخلص آتش کا ہے قیمت فی جلد ۵/

فغان بلبل - اس کتاب میں چیدہ چیدہ غزلیں اور ٹھمریاں دادھے دادرے دیپلو دکھاچ دبارہ ماسہ وغیرہ درج ہیں قیمت فی جلد ۱/

دیوان ذوق - یہ دیوان اُردو زبان میں نواب محمد ابراہیم خان ذوق کی یادگار ہے قیمت فی جلد ۵/

دیوان غالب - یہ دیوان اُردو زبان میں مرزا نوشہ غالب دہلوی کی یادگار سے ہے قیمت فی جلد ۳/

دیوان وارث - مؤلفہ مولوی حافظ سید وارث علی صاحب وارث قیمت فی جلد ۲/

نوٹ - محصولڈاک کے واسطے تخمیناً ۲/ فی روپیہ ہمراہ قیمت کتب زائد مرحمت فرمائیے -

التماس - یہ جملہ کتب قیمت وصول ہونے سے یا بذریعہ ویلیو پی ایبل ارسال ہو سکتی ہیں -

المشتہر

قطب الدین احمد پروپرائٹر نامی پریس لکھنؤ کٹرہ ابوتراب خان